اعتقاد الاحباب فی الجمیل والمصطفیٰ والاٰل والاصحاب

۱۲۹۸ھ

احباب کا اعتقاد جمیل (اللہ تعالیٰ)، مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

آپ کی آل اور اصحاب کے بارے میں

تصنیف لطیف:

اعلیٰ حضرت، مجدد امام احمد رضا علیہ الرحمہ
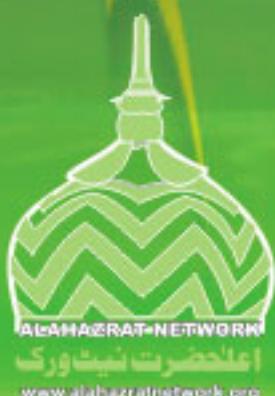
رسالہ

اعتقاد الاحباب فی الجمیل و المصطفٰی و الاٰل و الاصحاب

۱۲۹۸ھ

(احباب کا اعتقاد جمیل (اللہ تعالٰی)، مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی آل اور اصحاب کے بارے میں)

عقیدۂ اُولٰی[1] ـــــ ذات و صفاتِ باری تعالٰی

حضرت حق سبحانہٗ و تبارک و تعالٰی شانہٗ واحد ہے (اپنی ربوبیت و الوہیت میں۔ کوئی اس کا شریک نہیں۔ وہ یکتا ہے اپنے افعال میں۔ مصنوعات کو تنہا اسی نے بنایا۔ وہ اکیلا ہے اپنی ذات میں۔ کوئی اس کا قسیم نہیں۔ یگانہ ہے اپنی صفات میں۔ کوئی اس کا شبیہ نہیں۔ ذات و صفات میں یکتا و واحد مگر[2]) نہ عدد سے (کہ شمار و گنتی میں آسکے اور کوئی اس کا ہم ثانی و جنس کہلا سکے تو اللہ کے ساتھ، اس کی

---

[1] **عرضِ مرتّب**: امام اہلسنت امام احمد رضا خاں صاحب قادری برکاتی بریلوی قدس سرہٗ کے رسالہ مبارکہ "اعتقاد الاحباب" کی زیارت و مطالعہ سے یہ فقیر جب پہلی بار حال ہی میں شرفیاب ہوا تو معاً خیال آیا کہ بتوفیقہٖ تعالٰی اسے نئی ترتیب اور اجمالی تفصیل کے ساتھ عامۃ الناس تک پہنچایا جائے تو ان شاء اللہ تعالٰی اس سے عوام بھی فیض پائیں۔ نصرتِ الٰہی کے بھروسا پر قدم اُٹھایا اور بفیضانِ اساتذہ کرام نہایت

(باقی بر صفحہ آئندہ)

ذات وصفات میں، شریک کا وجود، محض وہم انسانی کی ایک اختراع و ایجاد ہے) خالق ہے (ہر شئے کا' ذوات ہوں خواہ افعال' سب اسی کے پیدا کئے ہوئے ہیں) نہ علت سے (اس کے افعال نہ علت وسبب کے محتاج، نہ اس کے فعل کے لئے کوئی غرض، کہ غرض اس فائدہ کو کہتے ہیں جو فاعل کی طرف رجوع کرے' اور نہ اس کے افعال کے لئے غایت، کہ غایت کا حاصل بھی وہی غرض ہے) فعال ہے (ہمیشہ جو چاہے کر لینے والا) نہ جوارح (و آلات) سے (جب کہ انسان اپنے ہر کام میں اپنے جوارح یعنی اعضائے بدن کا محتاج ہے۔ مثلاً علم کے لئے دل و دماغ کا۔ دیکھنے اور سُننے کے لئے آنکھ، کان کا۔ لیکن خداوند قدوس کہ ہر پست سے پست آواز کو سُنتا اور ہر باریک سے باریک کو کہ خوردبین سے محسوس نہ ہو دیکھتا ہے۔ مگر کان آنکھ سے اس کا سُننا دیکھنا اور زبان سے کلام کرنا نہیں کہ یہ سب اجسام ہیں۔ اور جسم وجسمانیت سے وُہ پاک) قریب ہے (اپنے کمالِ قدرت وعلم ورحمت سے) نہ (کہ) مسافت سے (کہ اس کا قرب ماپ وپیمائش میں سما سکے) ملک (وسلطان وشہنشاہ زمین وآسمان) ہے مگر بے وزیر (جیسا کہ سلاطین دُنیا کے وزیر باتدبیر ہوتے ہیں کہ اس کے امورِ سلطنت میں اس کا بوجھ اٹھاتے اور ہاتھ بٹاتے ہیں)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

قلیل مُدت میں اپنی مصروفیات کے باوجود کامیابی سے سرفراز ہوا۔

میں اپنے مقصد میں کہاں تک کامیاب ہوا، اس کا فیصلہ آپ کریں گے' اور میری کوتاہ فہمی وقصور علمی آپ کے خیال مبارک میں آئے تو اس سے اس ہیچدان کو مطلع فرمائیں گے۔

اور اس حقیقت کے اظہار میں یہ فقیر فخر محسوس کرتا ہے کہ اس رسالہ مبارکہ میں حاشیے بین السطور اور تشریح مطالب (جو اصل عبارت سے جدا' قوسین میں محدود ہے۔ اور اصل عبارت خط کشیدہ) جو کچھ پائیں گے وہ اکثر وبیشتر مقامات پر اعلحضرت قدس سرہٗ ہی کے کتب ورسائل اور حضرت استاذی استاذ العلماء صدر الشریعۃ مولٰنا الشاہ امجد علی قادری برکاتی رضوی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ کی مشہورِ زمانہ کتاب "بہارِ شریعت" سے ماخوذ وملتقط ہے۔

امید ہے کہ ناظرین کرام اس فقیر کو اپنی دُعائے خیر میں یاد فرماتے رہیں گے کہ سفر آخرت درپیش ہے اور یہ فقیر خالی ہاتھ، خالی دامن، بس ایک انھیں کا سہارا ہے اور اِن شاء اللہ تعالیٰ وہی بگڑی بنائیں گے ورنہ ہم نے تو کمائی سب عیبوں میں گنوائی ہے۔ والسلام

العبد محمد خلیل خاں قادری البرکاتی المارہری عفی عنہ

والی) ہے۔ مالک وحاکم علی الاطلاق ہے۔ جو چاہے اور جیسا چاہے کرے مگر) بے مشیر (نہ کوئی اس کو مشورہ دینے والا۔ نہ وہ کسی کے مشورہ کا محتاج۔ نہ کوئی اس کے ارادے سے اسے باز رکھنے والا۔ ولایت، ملکیت، مالکیت، حاکمیت کے سارے اختیارات اسی کو حاصل۔ کسی کو کسی حیثیت سے بھی اس ذات پاک پر دسترس نہیں۔ ملک وحکومت کا حقیقی مالک کہ تمام موجودات اُس کے تحتِ ملک و حکومت ہیں۔ اور اس کی مالکیت وسلطنت دائمی ہے جسے زوال نہیں) حیات وکلام وسمع و بصر و ارادہ وقدرت وعلم (کہ اس کے صفات ذاتیہ ہیں اور ان کے علاوہ تکوین وتخلیق ورزاقیت یعنی مارنا، جلانا، صحت دینا، بیمار کرنا، غنی کرنا، فقیر کرنا، ساری کائنات کی ترتیب فرمانا اور ہر چیز کو بتدریج اس کی فطرت کے مطابق کمالِ مقدار تک پہنچانا، انھیں ان کے مناسبِ احوال روزی رزق مہیا کرنا) وغیرہا (صفات جن کا تعلق مخلوق سے ہے اور جنھیں صفاتِ اضافیہ اور صفاتِ فعلیہ بھی کہتے ہیں اور جنھیں صفات تخلیق وتکوین کی تفصیل سمجھنا چاہیے۔ اور صفاتِ سلبیہ یعنی وہ صفات جن سے اللہ تعالیٰ کی ذات منزّہ اور مبرا ہے مثلاً وہ جاہل نہیں عاجز نہیں، بے اختیار و بے بس نہیں۔ کسی کے ساتھ متحد نہیں جیسا کہ برف پانی میں گھل کر ایک ہوجاتا ہے۔ غرض وہ اپنی صفاتِ ذاتیہ، صفاتِ اضافیہ اور صفاتِ سلبیہ) تمام صفات کمال سے ازلاً ابداً موصوف (ہے۔ اور جس طرح اس کی ذات قدیم ازلی ابدی ہے اس کی تمام صفات بھی قدیم ازلی ابدی ہیں اور ذات وصفات باری تعالیٰ کے سوا سب چیزیں حادث ونوپید، یعنی پہلے نہ تھیں پھر موجود ہوئیں۔ صفاتِ الٰہی کو جو مخلوق کہے یا حادث بتائے گمراہ بے دین ہے۔ اس کی ذات وصفات) تمام شیون (تمام نقائص تمام کوتاہیوں سے) وشین و عیب (ہر قسم کے نقص ونقصان) سے اوّلاً وآخراً بری (کہ جب وہ مجمع ہے تمام صفات کمال کا۔ جامع ہے ہر کمال وخوبی کا، تو کسی عیب کسی نقص کسی کوتاہی کا اس میں ہونا محال۔ بلکہ جس بات میں نہ کمال ہو نہ نقصان وہ بھی اس کے لئے محال)۔

ذات پاک اس کی ندّو ضد (نظیر ومقابل) شبیہ ومثل (مشابہ ومماثل) کیف وکم (کیفیت ومقدار) شکل وجسم وجہت ومکان وامد (غایت وانتہا اور) زمان سے منزّہ (جب عقیدہ یہ ہے کہ ذات باری تعالیٰ قدیم ازلی ابدی ہے اور اس کی تمام صفات بھی قدیم ازلی ابدی ہیں تو یہ بھی ماننا پڑے گا کہ وہ ان تمام چیزوں سے جو حادث ہیں یا جن میں مکانیت ہے یعنی ایک جگہ سے دوسری طرف نقل وحرکت، یا ان میں کسی قسم کا تغیر پایا جانا، ———— یا اس کے اوصاف کا متغیر ہونا، یا اس کے اوصاف کا مخلوق کے اوصاف کے مانند ہونا۔ یہ تمام امور اس کے لئے

محال ہیں، یا یوں کہئے کہ ذاتِ باری تعالٰی ان تمام حوادث وحوائج سے پاک ہے جو خاصۂ بشریت ہیں) نہ والد ہے نہ مولود (نہ وہ کسی کا باپ ہے نہ کسی کا بیٹا، کیونکہ کوئی اس کا مجانس وہم جنس نہیں، اور چونکہ وہ قدیم ہے اور پیدا ہونا حادث ومخلوق کی شان) نہ کوئی شے اس کے جوڑ کی (یعنی کوئی اس کا ہمتا کوئی اس کا عدیل نہیں۔ مثل ونظیر وشبیہ سے پاک ہے اور اپنی ربوبیت والوہیت میں صفات عظمت وکمال کے ساتھ موصوف)۔

اور جس طرح ذات کریم اس کی، مناسبتِ ذوات سے مبرّا اسی طرح صفاتِ کمالیہ اس کی مشابہت صفات سے معرّا (اس کا ہر کمال عظیم اور ہر صفت عالی۔ کوئی مخلوق کیسی ہی اشرف واعلٰی ہو اس کی شریک کسی حیثیت سے کسی درجہ میں نہیں ہو سکتی)

مسلمان پر لا الٰہ الا اللہ ماننا، اللہ سبحانہ وتعالٰی کو احد، صمد، لاشریک لہ جاننا فرض اول ومدارِ ایمان ہے کہ اللہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں، نہ ذات میں کہ لا الٰہ الا اللہ (اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں) نہ صفات میں کہ لیس کمثلہ شیئ[1] اس جیسا کوئی نہیں، نہ اسماء میں کہ ھل تعلم لہ سمیا[2] کیا اس کے نام کا دوسرا جانتے ہو؟ نہ احکام میں کہ ولا یشرک فی حکمہ احدا[3] اور وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک نہیں کرتا، نہ افعال میں کہ ھل من خالق غیر اللہ[4] کیا اللہ کے سوا کوئی اور خالق ہے، نہ سلطنت میں کہ ولم یکن لہ شریک فی الملک[5] اور بادشاہی میں کوئی اس کا شریک نہیں۔ تو جس طرح اس کی ذات اور ذاتوں کے مشابہ نہیں یُونہی اس کی صفات بھی صفاتِ مخلوق کے مماثل نہیں۔

اور یہ جو ایک ہی نام کا اطلاق اس پر اور اس کی کسی مخلوق پر دیکھا جاتا ہے جیسے علیم، حکیم، کریم، سمیع، بصیر اور ان جیسے اور، تو یہ محض لفظی موافقت ہے نہ کہ معنوی شرکت۔ اس میں حقیقی معنی میں کوئی مشابہت نہیں و لہذا مثلاً) اوروں کے علم وقدرت کو اس کے علم وقدرت سے (محض لفظی یعنی) فقط ع، ل، م ۔ ق، د، ر، ت میں مشابہت ہے (نہ کہ شرکت معنوی) اس (صوری و لفظی موافقت) سے آگے (قدم بڑھے تو) اس کی تعالی وتکبّر (برتری وکبریائی) کا سراپردہ کسی کو

---

[1] القرآن الکریم ۴۲/ ۱۱
[2] القرآن الکریم ۱۹/ ۶۵
[3] " ۱۸/ ۲۶
[4] " ۳۵/ ۳
[5] " ۲۵/ ۲

بار نہیں دیتا (اور کوئی اس کی شاہی بارگاہ کے اردگرد بھی نہیں پہنچ سکتا۔ پرندہ وہاں پر نہیں مار سکتا۔ کوئی اس میں دخل انداز نہیں) تمام عزتیں اس کے حضور پست (فرشتے ہوں یا جن یا انسان یا اور کوئی مخلوق، کوئی بھی اس سے بے نیاز نہیں، سب اس کے فضل کے محتاج ہیں۔ اور زبانِ حال و قال سے اپنی پستیوں، اپنی احتیاجوں کے معترف اور اس کے حضور سائل، اس کی بارگاہ میں ہاتھ پھیلائے ہوئے، اور ساری مخلوقات چاہے وہ زمینی ہوں یا آسمانی اپنی اپنی حاجتیں اور مرادیں اسی حق تعالٰے سے طلب کرتی ہیں) اور سب ہستیاں اس کے آگے نیست (نہ کوئی ہستی ہستی، نہ کوئی وجود وجود) کل شیٔ ھالک الا وجھہٗ[1] (بقا صرف اس کی وجہ کریم کے لئے ہے باقی سب کے لئے فنا، باقی باقی باقی فانی) وجود واحد (اسی حیّ و قیوم ازلی ابدی کا) موجود واحد (وہی ایک حیّ و قیوم ازلی ابدی) باقی سب اعتبارات ہیں (اعتبار کیجئے تو موجود ورنہ محض معدوم) ذراتِ اکوان (یعنی موجودات کے ذرہ ذرہ کو اس کی ذات سے ایک نسبت مجہولۃ الکیف ہے (نامعلوم الکیفیت) جس کے لحاظ سے من و تو (ماوشما و این و آں) کو موجود و کائن کہا جاتا (اور ہست و بود سے تعبیر کیا جاتا) ہے۔ (اگر اس نسبت کا قدم درمیان سے اٹھالیں۔ ہست نیست اور بود، نابود ہو جائے۔ کسی ذرہ موجود کا وجود نہ رہے کہ اس پر ہستی کا اطلاق روا ہو) اور اس کے آفتاب وجود کا ایک پرتو (ایک ظل، ایک عکس، ایک شعاع) ہے کہ کائنات کا ہر ذرہ نگاہِ ظاہر میں جلوہ آرائیاں کر رہا ہے (اور اس تماشا گاہِ عالم کے ذرہ ذرہ سے اس کی قدرتِ کاملہ کے جلوے ہویدا ہیں) اگر اس نسبت و پرتو سے (کہ ہر ذرہ کون و مکان کو اس آفتاب وجودِ حقیقی سے حاصل ہے) قطع نظر کی جائے (اور ایک لحظہ کو اس سے نگاہ ہٹالی جائے) تو عالم ایک خوابِ پریشاں کا نام رہ جائے۔ ہُو کا میدان عدمِ بحت کی طرح سنسان (محض معدوم و یکسر ویران، تو مرتبہ وجود میں صرف ایک ذاتِ حق ہے باقی سب اسی کے پرتو وجود سے موجود ہیں۔ مرتبہ کون میں نور ابدی آفتاب ہے اور تمام عالم اس کے آئینے۔ اس نسبتِ فیضان کا قدم، درمیان سے نکال لیں تو عالم دفعۃً فنائے محض ہو جائے کہ اسی نور کے متعدد پرتووں نے بے شمار نام پائے ہیں۔ ذات باری تعالٰی واحدِ حقیقی ہے۔ تغیر و اختلاف کو اصلاً اس کے سراپردہ عزت کے گرد بار نہیں۔ پر مظاہر کے تعدد سے یہ مختلف صورتیں، بے شمار نام، بے حساب آثار پیدا ہیں۔ نورِ احدیت کی تابش غیر محدود ہے۔ اور چشمِ جسم و چشمِ عقل دونوں وہاں نابینا ہیں۔ اور اس سے زیادہ بیان

---

[1] القرآن الکریم ۲۸/ ۸۸

سے باہر، عقل سے وراء ہے)

موجود واحد ہے نہ وہ واحد جو چند (ابعاض واجزاء) سے مل کر مرکب ہوا (اور شئے واحد کا نام اس پر روا ٹھہرا) نہ وہ واحد جو چند کی طرف تحلیل پائے (جیسا کہ انسان واحد یا شئے واحد کہ گوشت پوست خون واستخواں وغیرہا اجزاء وابعاض سے ترکیب پاکر مرکب ہوا اور ایک کہلایا۔ اور اس کی تحلیل وتجزی اور تجزیہ، انھیں اعضاء واجزاء وابعاض کی طرف ہوگا جن سے اس نے ترکیب پائی اور مرکب کہلایا، کہ یہی جسم کی شان ہے۔ اور ذاتِ باری تعالیٰ عزّ شانہٗ جسم وجسمانیات سے پاک ومنزّہ ہے) نہ وہ واحد جو بہ تہمت حلول عینیّت (کہ اس کی ذات قدسی صفات پر یہ تہمت لگائی جائے کہ وہ کسی چیز میں حلول کئے ہُوئے یا اس میں سمائی ہُوئی ہے یا کوئی چیز اس کی ذاتِ احدیت میں حلول کئے ہوئے اور اس میں پیوست ہے اور یُوں معاذ اللہ وُہ) اوج وحدت (وحدانیت ویکتائی کی رفعتوں) سے حضیض اثنینیت (دُوئی اور اشتراک کی پستیوں) میں اُتر آئے۔ ھو ولا موجود الا ھو آیۂ کریمہ سبحانہٗ وتعالٰی عما یشرکون[1] (پاکی اور برتری ہے اُسے ان شریکوں سے) جس طرح شرک فی الالوہیت کو رَد کرتی ہے (اور بتاتی ہے کہ خدا وند قدوس کی خدائی اور اس معبود برحق کی الوہیت وربوبیت میں کوئی شریک نہیں۔ ھوالذی فی السماء الٰہٌ وفی الارض الٰہ[2] وہی آسمان والوں کا خدا اور وہی زمین والوں کا خدا۔ تو نفسِ الوہیت وربوبیت میں کوئی اس کا شریک کیا ہوتا، اس کی صفاتِ کمال میں بھی کوئی اس کا شریک نہیں، لیس کمثلہ شیئ[3] اس جیسا کوئی نہیں)

یونہی (یہ آیۂ کریمہ) اشتراک فی الوجود کی نفی فرماتی ہے (تو اس کی ذات بھی منزّہ اور اس کی تمام صفاتِ کمال بھی مبرا ان تمام نالائق امور سے جو اہلِ شرک وجاہلیت اس کی جانب منسوب کرتے ہیں۔ حق یہ ہے کہ وجود اسی ذاتِ برحق کے لئے ہے، باقی سب ظلال وپرتو ہے)

غیرتش غیر درجہاں نہ گزاشت
لاجرم عین جملہ معنی شد

(اور وحدت الوجود کے جتنے معنی اور جس قدر مفاہیم عقل میں آسکتے ہیں وہ یہی ہیں کہ وجود واحد، موجود واحد۔ باقی سب اسی کے مظاہر اور آئینے کہ اپنی حدِ ذات میں اصلاً وجود وہستی سے بہرہ نہیں

---

[1] القرآن الکریم ۳۰/ ۴۰
[2] ؍ ؍ ۴۳/ ۸۴
[3] القرآن الکریم ۴۲/ ۱۱

رکھتے۔ اور حاشا ثم حاشا یہ معنی ہرگز نہیں کہ من و تو، ما و شما، این و آں، ہر شے خدا ہے۔ یہ اہلِ اتحاد کا قول ہے جو ایک فرقہ کافروں کا ہے۔ اور پہلی بات مذہب ہے اہلِ توحید کا، کہ اہلِ اسلام وہ صاحبِ ایمان حقیقی ہیں)

عقیدۂ ثانیہ[۲] ــــ سب سے اعلیٰ، سب سے اَولیٰ

بایں ہمہ (کہ اُس کی ذاتِ کریم دوسری ذوات کی مناسبت سے معرّا ہے اور اس کی صفاتِ عالیہ اوروں کی صفات کی مشابہت سے مبرّا) اس نے اپنی حکمت کاملہ (و رحمت شاملہ) کے مطابق عالم (یعنی ماسوی اللہ) کو جس طرح وُہ (اپنے علم قدیم ازلی سے) جانتا ہے۔ ایجاد فرمایا (تمام کائنات کو خلعت وجود بخشا۔ اپنے بندوں کو پیدا فرمایا انھیں کان، آنکھ، ہاتھ، پاؤں، زبان وغیرہ عطا فرمائے اور انھیں کام میں لانے کا طریقہ الہام فرمایا۔ پھر اعلیٰ درجہ کے شریف جوہر یعنی عقل سے ممتاز فرمایا جس نے تمام حیوانات پر انسان کا مرتبہ بڑھایا۔ پھر لاکھوں باتیں ہیں جن کا عقل ادراک نہیں کر سکتی تھی۔ لہٰذا انبیاء بھیج کر کتابیں اتار کر، ذرا ذرا سی بات بتادی۔ اور کسی کو عذر کی کوئی جگہ باقی نہ چھوڑی) اور مکلفین کو (جو تکلیف شرعی کے اہل، امر و نہی کے خطاب کے قابل، بالغ عاقل ہیں) اپنے فضل و عدل سے دو فرقے کردیا، فریقٌ فی الجنّۃ[۱] (ایک جنتی و ناجی، جس نے حق قبول کیا) وفریقٌ فی السعیر[۲] (دوسرا جہنمی و ہالک، جس نے قبولِ حق سے جی چرایا) اور جس طرح پرتو وجود (موجود حقیقی جل جلالہ) سے سب نے بہرہ پایا (اور اسی اعتبار سے وہ ہست و موجود کہلایا) اسی طرح فریق جنت کو اس کے صفاتِ کمالیہ سے نصیبہ خاص ملا (دنیا و آخرت میں اس کے لئے فوز و فلاح کے دروازے کھلے اور علم و فضل خاص کی دولتوں سے اُس کے دامن بھرے) دبستان (مدرسہ) علّمك ما لم تكن تعلم[۳] (اور دارالعلوم علّم الانسان مالم يعلم[۴]) میں تعلیم فرمایا (کہ جو کچھ وہ نہ جانتا تھا اُسے سکھایا پھر) وكان فضل الله عليك عظيما[۵] نے اور رنگ آمیزیاں کیں (کہ اللہ تعالٰی کا فضلِ عظیم اس پر جلوہ گستر رہا۔ مولائے کریم نے گوناگوں نعمتوں سے اسے نوازا۔ بے شمار فضائل و محاسن سے اسے سنوارا۔ قلب و قالب، جسم و جاں، ظاہر و باطن کو رذائل اور خصائل قبیحہ مذمومہ سے پاک صاف اور محامد و اخلاق حسنہ سے اسے آراستہ و

---

[۱] القرآن الکریم ۴۲/۷ [۲] القرآن الکریم ۴۲/۷
[۳] 〃 ۴/۱۱۳ [۴] 〃 ۹۶/۵
[۵] 〃 ۴/۱۱۳

پیراستہ کیا۔ اور قربِ خداوندی کی راہوں پر اُسے ڈال دیا) اور یہ سب تصدق (صدقہ وطفیل) ایک ذات جامع البرکات کا تھا جسے اپنا محبوب خاص فرمایا۔ (مرتبۂ محبوبیتِ کبریٰ سے سرفراز فرمایا کہ تمام خلق حتّٰی کہ نبی و مرسل و ملک مقرب جویائے رضائے الٰہی ہے اور وہ ان کی رضا کا طالب)

مرکز دائرہ (کُن) و دائرہ مرکز کاف و نون بنایا اپنی خلافت کاملہ کا خلعتِ رفیع المنزلت اُس کے قامتِ موزوں پر سجایا کہ تمام افرادِ کائنات اُس کے ظلِ ظلیل (سایہ ممدود رافت) اور ذیلِ جلیل (دامن معمور رحمت) میں آرام کرتے ہیں۔ اعاظم مقربین (کہ اُس کی بارگاہ عالی جاہ میں قربِ خاص سے مشرف ہیں) (ان) کو (بھی) جب تک اس مامن جہاں (پناہ گاہِ کون و مکان) سے توسّل نہ کریں (انھیں اس کی جناب والا میں وسیلہ نہ بنائیں) بادشاہ (حقیقی عزّ اسمہٗ و جل مجدہٗ) تک پہنچنا ممکن نہیں کنجیاں، خزائنِ علم و قدرت، تدبیر و تصرف کی اس کے ہاتھ میں رکھیں۔ عظمت والوں کو مہ پارے (چاند کے ٹکڑے، روشن تارے) اور اس کو اس نے آفتاب عالم تاب کیا کہ اس سے اقتباسِ انوار کریں (عرفان و معرفت کی روشنیوں سے اپنے دامن بھریں) اور اس کے حضور انا زبان پر (اور اپنے فضائل و محاسن، ان کے مقابل، شمار میں) نہ لائیں اس (محبوب اجل و اعلیٰ) کے سراپردۂ عزت و اجلال کو وہ عزّت و رفعت بخشی کہ عرشِ عظیم جیسے ہزاراں ہزار اس میں یوں گُم ہو جائیں جیسے بیدائے ناپیدا کنار (وسیع و عریض بیابان، جس کا کنارہ نظر نہ آئے اس) میں ایک شلنگ ذرہ کم مقدار (کہ لق و دق صحرا میں اس کی اڑان کی کیا وقعت اور کیا قدر و منزلت)

علم وہ وسیع و غزیر (کثیر در کثیر) عطا فرمایا کہ علومِ اوّلین و آخرین اس کے بحرِ علوم کی نہریں، یا جوششِ فیوض کے چھینٹے قرار پائے (شرق تا غرب، عرش تا فرش انھیں دکھایا، ملکوت السمٰوٰت والارض کا شاہد بنایا۔ روزِ اوّل سے روزِ آخر تک کا سب ماکان و مایکون انھیں بتایا) ازل سے ابد تک تمام غیب و شہادت (غائب و حاضر) پر اطلاع تام (و آگاہی تمام انھیں) حاصل، الّا ما شاء اللہ (اور ہنوز ان کے احاطہ علم میں وہ ہزار در ہزار، بے حد و بے کنار سمندر لہرا رہے ہیں جن کی حقیقت وہ جانیں یا اُن کا عطا کرنے والا اُن کا مالک و مولیٰ جل و علا) بصر (و نظر) وہ محیط (اور اس کا احاطہ اتنا بسیط) کہ شش جہت (پس و پیش، چپ و راست، زیر و بالا) اس کے حضور (ان کی نگاہوں کے رُوبرو، ایسے ہیں جیسے) جہت مقابل (کہ بصارت کو ان پر اطلاع تام حاصل) دنیا اسکے سامنے اٹھالی کہ تمام کائنات تا بروز قیامت، آنِ واحد میں پیشِ نظر (تو وہ دُنیا کو اور جو کچھ دنیا میں قیامت تک ہونے والا ہے سب کو ایسے دیکھ رہے ہیں جیسے اپنی ہتھیلی کو، اور ایمانی نگاہوں میں نہ یہ قدرتِ الٰہی

پر دشوار نہ عزت و وجاہتِ انبیاء کے مقابل بسیار) سمع والا کے نزدیک پانچ سو برس راہ کی صدا، جیسے کان پڑی آواز ہے۔ اور (بعطائے قادرِ مطلق) قدرت (و اختیارات) کا تو کیا پوچھنا، کہ قدرت قدیر علی الاطلاق جل جلالہٗ کی نمونہ و آئینہ ہے۔ عالم علوی و سفلی (اقطار و اطراف زمین و آسمان) میں اس کا حکم جاری۔ فرمانروائی کن کو اس کی زباں کی پاسداری۔ مُردہ کو قُم کہیں (کہ بحکمِ الٰہی کھڑا ہوجا تو وہ) زندہ۔ اور چاند کو اشارہ کریں (تو) فوراً دو پارہ ہو۔ جو (یہ) چاہتے ہیں خدا وہی چاہتا ہے کہ یہ وہی چاہتے ہیں جو خدا چاہتا ہے۔ منشورِ خلافت مطلقہ (تامہ، عامہ، شاملہ، کاملہ) و تفویض تام (کا فرمان شاہی) ان کے نام نامی (اسم گرامی) پر پڑھا گیا۔ اور سکہ و خطبہ ان کا ملاءِ ادنیٰ سے عالمِ بالا تک جاری ہوا۔ (تو وہ اللہ عزّ وجل کے نائب مطلق ہیں اور تمام ما سوی اللہ، تمام عالم ان کے تحت، تصرف ان کے زیرِ اختیار، ان کے سپرد کہ جو چاہیں کریں جسے جو چاہیں دیں اور جس سے جو چاہیں واپس لیں، تمام جہان میں کوئی ان کا پھیرنے والا نہیں، اور ہاں کوئی کیونکر ان کا حکم پھیر سکے کہ حکمِ الٰہی کسی کے پھیرے نہیں پھرتا۔ تمام جہان ان کا محکوم اور تمام آدمیوں کے وہ مالک، جو انھیں اپنا مالک نہ جانے حلاوتِ سُنّت سے محروم۔ ملکوت السمٰوات والارض ان کے زیرِ فرمان، تمام زمین اُن کی مِلک اور تمام جنت ان کی جاگیر)۔ دنیا و دیں میں جو جسے ملتا ہے ان کی بارگاہِ عرش اشتباہ سے ملتا ہے (جنت و نار کی کُنجیاں دستِ اقدس میں دے دی گئیں۔ رزق و خیر اور ہر قسم کی عطائیں حضور ہی کے دربار سے تقسیم ہوتی ہیں۔ دُنیا و آخرت حضور ہی کی عطا کا ایک حصّہ ہے ؎

فانّ من جودك الدنيا و ضرّتها[1]

(بے شک دُنیا و آخرت آپ کے جُود و سخا سے ہے)

تو تمام ما سوی اللہ نے جو نعمت، دُنیاوی و اُخروی، جسمانی یا روحانی، چھوٹی یا بڑی پائی انھیں کے دستِ عطا سے پائی۔ اُنھیں کے کرم، انھیں کے طفیل، انھیں کے واسطے سے ملی۔ اللہ عطا فرماتا ہے اور انکے ہاتھوں ملا، ملتا ہے اور ابد الآباد تک ملتا رہے گا جس طرح دین و ملت، اسلام و سنّت، صلاح و عبادت، زُہد و طہارت اور علم و معرفت ساری دینی نعمتیں ان کی عطا فرمائی ہُوئی ہیں۔ یونہی مال و دولت، شفاء و صحت، عزّت و رفعت اور فرزند و عشرت یہ سب دُنیاوی نعمتیں بھی اُنھیں کے دستِ اقدس سے ملی ہیں۔

---

[1] مجموع المتون قصیدۃ بردۃ فی مدح صلی اللہ علیہ وسلم الشئون الدینیۃ دولۃ قطر ص ۱۰

قال الرضا: ؎

بے ان کے واسطے کے خدا کچھ عطا کرے
حاشا غلط غلط، یہ ہوس بے بصر کی ہے[1]

وقال الفقیر: ؎

بے اُن کے توسّل کے، مانگے بھی نہیں ملتا
بے اُن کے توسّط کے، پرسش ہے نہ شنوائی)

وُہ بالادست حاکم کہ تمام ماسوی اللہ ان کا محکوم اور ان کے سوا عالم میں کوئی حاکم نہیں۔ (ملکوت السمٰوات والارض میں ان کا حکم جاری ہے۔ تمام مخلوقِ الٰہی کو ان کے لئے حکمِ اطاعت و فرمانبرداری ہے۔ وہ خدا کے ہیں، اور جو کچھ خدا کا ہے سب ان کا ہے ؎

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب
یعنی محبوب و محب میں نہیں میرا، تیرا[2]

جو سر ہے اُن کی طرف جُھکا ہوا، اور جو ہاتھ ہے وُہ ان کی طرف پھیلا ہوا)

سب اُن کے محتاج اور وہ خدا کے محتاج (وہی بارگاہِ الٰہی کے وارث ہیں اور تمام عالم کو اُنھیں کی وساطت سے ملتا ہے) قرآن عظیم ان کی مدح و ستائش کا دفتر (اور) نام ان کا ہر جگہ نامِ الٰہی کے برابر ؎

(ورفعنا لك ذکرك کا ہے سایہ تجھ پر
ذکر اونچا ہے ترا، بول ہے بالا تیرا[3]

احکامِ تشریعیہ، شریعت کے فرامین، اوامر و نواہی سب ان کے قبضہ میں، سب ان کے سپرد، جس بات میں جو چاہیں اپنی طرف سے فرما دیں، وہی شریعت ہے۔ جس پر جو چاہیں حرام فرما دیں، اور جس کے لئے جو چاہیں حلال کر دیں، اور جو فرض چاہیں معاف فرما دیں، وہی شرع ہے۔ غرض وہ کارخانۂ الٰہی کے مختارِ کُل ہیں، اور خسروانِ عالم اس کے دستِ نگر و محتاج)۔

---

[1] حدائقِ بخشش ، حاضری بارگاہ بہیں جائے / حصہ اول مکتبہ رضویہ کراچی ص ۹۴
[2] " " وصل اول در نعت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم " " " " ص ۲
[3] " " وصل چہارم در منافحت اعداء الخ " " " " ص ۹

(وہ کون ؟) اعنی سید المرسلین (رہبر رہبراں)، خاتم النبیین (خاتم پیغمبراں)، رحمۃ للعلمین (رحمتِ ہر دو جہاں)، شفیع المذنبین (شافع خطاکاراں)، قائد الغر المحجلین (ہادی نوریاں و روشن جبیناں)، سر اللہ المکنون (رب العزت کا رازِ سربستہ)، دُرّ اللہ المخزون (خزانۂ الٰہی کا موتی، قیمتی و پوشیدہ)، سرور القلب المحزون (ٹوٹے دلوں کا سہارا)، عالم ما کان وما سیکون (ماضی و مستقبل کا واقف کار)، تاج الاتقیاء (نیکوکاروں کے سر کا تاج)، نبی الانبیاء (تمام نبیوں کا سرتاج) محمدٌ (المصطفیٰ) رسول رب العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلٰی آلہ وصحبہ وبارک وسلم الٰی یوم الدین۔

بایں ہمہ (فضائلِ جمیلہ وفواضلِ جلیلہ ومحاسنِ حمیدہ ومحامدِ محمودہ وہ) خدا کے بندہ ومحتاج ہیں (اور یسئلہ من فی السمٰوٰت والارض[1] کے مصداق) حاش للہ کہ عینیت یا مثلیت کا گمان (تو گمان یہ وہم بھی ان کی ذاتِ کریم، ذاتِ الٰہی عزّشانہٗ کی عین یا اس کے مثل ومماثل یا شبیہ ونظیر ہے) کافر کے سوا مسلمان کو ہو سکے۔ خزانۂ قدرت میں ممکن (وحادث ومخلوق) کے لئے جو کمالات متصور تھے (تصور وگمان میں آسکتے تھے یا آسکتے ہیں) سب پائے، کہ دوسرے کو ہم عنانی (وہمسری اور ان مراتبِ رفیعہ میں برابری) کی مجال نہیں، مگر دائرۂ عبدیت وافتقار (بندگی واحتیاج) سے قدم نہ بڑھا، نہ بڑھا سکے۔ العظمۃ للہ خدائے تعالیٰ سے ذات وصفات میں مشابہت (ومماثلت) کیسی۔ (اس سے مشابہ ومماثل ہونے کا شُبہ بھی اس قابل نہیں کہ مسلمان کے دل ایمان منزل میں اس کا خطرہ گزر سکے) جب کہ اہلِ حق کا ایمان ہے کہ حضورِ اقدس سرورِ عالم، عالم اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وبارک وسلم ان احساناتِ الٰہی کا جو بارگاہِ الٰہی سے ہر آن، ہر گھڑی، ہر لحظہ، ہر لمحہ ان کی بارگاہِ بیکس پناہ پر مبذول رہتے ہیں، ان انعامات اور ان) نعمائے خداوندی کے لائق جو شکر وثنا ہے اسے پورا پورا بجا نہ لاسکے۔ نہ ممکن کہ بجالائیں کہ جو شکر کریں وہ بھی نعمت آخر موجبِ شکر دیگر الٰی ما لانہایۃ لہٗ نعم وافضالِ خداوندی (ربانی نعمتیں اور بخششیں خصوصاً آپ پر) غیر متناہی ہیں۔ (ان کی کوئی حد ونہایت نہیں، انھیں کوئی گنتی وشمار میں نہیں لاسکتا) قال اللہ تعالیٰ وللاٰخرۃ خیرٌ لک من الاولٰی[2] (اے نبی بیشک ہر آنے والا لمحہ تمہارے لئے گزرے ہوئے لمحہ سے بہتر ہے اور ساعت بساعت آپ کے مراتبِ رفیعہ ترقیوں میں ہیں) مرتبہ" قاب قوسین

---

[1] القرآن الکریم ۵۵/ ۲۹

[2] القرآن الکریم ۹۳/ ۴

او ادنی[1]" کا پایا (اور یہ وہ منزل ہے کہ نہ کسی نے پائی اور نہ کسی کے لئے ممکن ہے اس تک رسائی۔ وہ خود ارشاد فرماتے ہیں کہ شب اسریٰ مجھے میرے رب نے اتنا نزدیک کیا کہ مجھ میں اور اس میں دو کمانوں بلکہ اس سے بھی کم کا فاصلہ رہ گیا[2]) قسم کھانے کو فرق کا نام رہ گیا ہے

(کمانِ امکاں کے جھوٹے نقطو! تم اول آخر کے پھیر میں ہو
محیط کی چال سے تو پوچھو کدھر سے آئے کدھر گئے تھے[3])

دیدار الٰہی بچشم سر دیکھا، کلامِ الٰہی بے واسطہ سُنا (بدن اقدس کے ساتھ، بیداری میں۔ اور یہ وہ قرب خاص ہے کہ کسی نبی مرسل و ملک مقرب کو بھی نہ کبھی حاصل ہوا اور نہ کبھی حاصل ہو)

محلِ لیلیٰ (ادراک سے ماوراء) کروڑوں منزل سے کروڑوں منزل (دُور) (اور) خرد خردہ میں (عقل نکتہ دان، دقیقہ شناس) دنگ ہے۔ (کوئی جانے تو کیا جانے اور کوئی خبر دے تو کیا خبر دے) نیا سماں ہے نیا رنگ ہے (ہوش و حواس ان وسعتوں میں گم اور دامانِ نگاہ تنگ) قرب میں بُعد (نزدیکی میں دُوری) بُعد میں قُرب (دُوری میں نزدیکی) وصل میں ہجر (فرقت میں وصال) ع

(عجب گھڑی تھی کہ وصل و فرقت جنم کے بچھڑے گلے ملے تھے[4])

عقل و شعور کو خود اپنا شعور نہیں۔ دست دپا بستہ خود گم کردہ حواس ہے۔ ہوش و خرد کو خود اپنے لالے پڑے ہیں۔ وہم وگمان دوڑیں تو کہاں تک پہنچیں۔ ٹھوکر کھائی اور گرے ہے

سراغ این ومتیٰ کہاں تھا، نشان کیف والیٰ کہاں تھا
نہ کوئی راہی، نہ کوئی ساتھی، نہ سنگِ منزل، نہ مرحلے تھے[5]

جس راز کو اللہ جل شانہٗ ظاہر نہ فرمائے بے بتائے کس کی سمجھ میں آئے اور کسی بے وقار کی کیا مجال کہ درون خانۂ خاص تک قدم بڑھائے)

گوہر شناور دریا (گویا موتی پانی میں تیر رہا ہے) مگر (یوں کہ) صدف (یعنی سیپی) نے وہ

---

[1] القرآن الکریم ۵۳/۹
[2] صحیح البخاری کتاب التوحید باب قول اللہ تعالیٰ وکلم اللہ موسیٰ تکلیما قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۱۱۲۰
[3] حدائق بخشش معراج نظم نذر گدا بحضور سلطان الانبیاء الخ حصہ اول مکتبہ رضویہ کراچی ص ۱۰۵
[4] " " " " " " " " " " ص ۱۱۰
[5] " " " " " " " " " " ص ۱۱۰

پردہ ڈال رکھا ہے کہ تم سے آشنا نہیں (قطرہ تو قطرہ، نمی سے بھی بہرہ ور نہیں) اے جاہلِ ناداں! علم (وکنہ حقیقت) کو علم والے پر چھوڑ اور اس میدان دشوار جولان سے (جس سے سلامتی سے گزر جانا جوئے شیر لانا ہے اور سخت مشقتوں میں پڑنا) سمندِ بیان (کلام وخطاب کی تیز وطرار سواری) کی عنان (باگ ڈور) موڑ (اس والا جناب کی رفعتوں، منزلتوں اور قربتوں کے اظہار کے لئے) زبان بند ہے پر اتنا کہتے ہیں کہ خلق کے آقا ہیں، خالق کے بندے، عبادت (وپرستش) ان کی کفر (اور ناقابلِ معافی جرم) اور بے ان کی تعظیم کے حبط (برباد، ناقابلِ اعتبار، منہ پر مار دیئے جانے کے قابل) ایمان ان کی محبت وعظمت کا نام (اور فعلِ تعظیم، بعد ایمان، ہر فرض سے مقدم) اور مسلمان وہ جس کا کام ہے نامِ خدا کے ساتھ، ان کے نام پر تمام والسلام علیٰ خیر الانام والاٰل والاصحاب علی الدوام۔

عقیدۂ ثالثہ — صدر نشینانِ بزمِ عزّ وجاہ

اس جناب عرش قباب کے بعد (جن کے قبۂ اطہر اور گنبدِ انور کی رفعتیں عرش سے ملتی ہیں) مرتبہ اور انبیاء ومرسلین کا ہے صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین کہ باہم ان میں تفاضل (اور بعض کو بعض پر فضیلت) مگر ان کا غیر، گو کسی مرتبۂ ولایت تک پہنچے، فرشتہ ہو (اگرچہ مقرب) خواہ آدمی صحابی ہو خواہ اہلبیت (اگرچہ مکرم تر ومعظم ترین) ان کے درجے تک (اس غیر کو) وصول محال۔ جو قربِ الٰہی انھیں حاصل، کوئی اس تک فائز نہیں۔ اور جیسے یہ خدا کے محبوب، دوسرا ہرگز نہیں۔ یہ وہ صدر (وبالا) نشینانِ بزمِ عزّ وجاہ ہیں۔ (اور والا مقامانِ محفلِ عزت ووجاہت اور مقربانِ حضرتِ عزت) کہ رب العالمین تبارک وتعالیٰ خود اُن کے مولیٰ وسردار (نبی مختار علیہ الصلوٰۃ والسلام الیٰ یوم القرار) کو حکم فرماتا ہے: اولٰئک الذین ھدی اللّٰہ فبھدٰھم اقتدہ[1] (اللہ اللہ! کوئی کیا اندازہ کر سکتا ہے اُس مقدس ذات، برگزیدہ صفات کا جسے اس کے رب تبارک وتعالیٰ نے محامدِ جمیلہ، محاسنِ جلیلہ، اخلاقِ حسنہ، خصائلِ محمودہ سے نوازا۔ سرِ اقدس پر محبوبیتِ کبریٰ کا تاج والا ابتہاج رکھا۔ جسے خلافتِ عظمیٰ کا خلعتِ والا مرتبت پہنایا۔ جس کے طفیل ساری کائنات کو بنایا۔ جس کے فیوض وبرکات کا دروازہ تمام ماسوی اللہ کو دکھایا۔ انھیں سے

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۹۰

یہ خطاب فرمایا کہ) یہ وہ ہیں جنھیں خدا نے راہ دکھائی تو تُو ان کی پیروی کر۔ اور فرماتا ہے: فاتبعوا ملّۃ ابراھیم حنیفا[1] تو پیروی کر شریعتِ ابراہیم کی، جو سب ادیانِ باطلہ سے کنارہ کش ہو کر دینِ حق کی طرف جھک آیا۔

(غرض انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام الیٰ یوم الدین میں سے، ہر نبی، ہر رسول بارگاہِ عزّت جل مجدہٗ میں بڑی عزّت و وجاہت والا ہے اور اس کی شان بہت رفیع، ولہٰذا ہر نبی کی تعظیم فرض عین بلکہ اصل جملہ فرائض ہے اور) ان کی ادنیٰ توہین مثل سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، کفر قطعی۔ (ان میں سے کسی کی تکذیب و تنقیص، کسی کی اہانت، کسی کی بارگاہ میں ادنیٰ گستاخی ایسے ہی قطعاً کفر ہے جیسے خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جنابِ پاک میں گستاخی و دریدہ دہنی۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ) اور کسی کی نسبت، صدیق ہوں خواہ مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان (حضرات قدسی صفات) کی خادمی و غاشیہ برداری (اطاعت و فرمانبرداری کہ یہ ان کے پیش خدمت و اطاعت گزار ہیں، اس) سے بڑھا کر (افضلیت و برتری در کنار دعویٰ ہمسری (کہ یہ بھی مراتبِ رفیعہ اور ان کے درجاتِ عُلیہ میں ان کے ہمسر و برابر ہیں) محض بے دینی (الحاد و زندیقی ہے) جس نگاہِ اجلال و توقیر (تکریم و تعظیم) سے انھیں دیکھنا فرض (ہے اور دائمی فرض) حاشا کہ اس کے سوحصے سے ایک حصہ ($\frac{1}{100}$) دوسرے کو دیکھیں آخر نہ دیکھا کہ صدیق و مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما جس سرکار ابد قرار (دستر ہر کاز) کے غلام ہیں، اسی کو حکم ہوتا ہے ان کی راہ پر چل اور اُن کی اقتدا سے نہ نکل (تا بہ دیگراں چہ رسد

اے عقل خبردار! یہاں مجال دم زدن نہیں)

عقیدۂ رابعہ ـــــــــ اعلیٰ طبقہ، ملائکہ مقربین

ان (انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام) کے بعد اعلیٰ طبقہ ملائکہ مقربین کا ہے مثل سادا تنا وموالینا (مثلاً ہمارے سرداروں اور پیش رُو مددگاروں میں سے حضرت) جبرائیل (جن کے ذمہ پیغمبروں کی خدمت میں وحی الٰہی لانا ہے) و (حضرت) میکائیل (جو پانی برسانے والے اور مخلوقِ خدا کو روزی پہنچانے پر مقرر ہیں) و (حضرت) اسرافیل (جو قیامت کو صور پھونکیں گے) و (حضرت) عزرائیل (جنھیں قبضِ ارواح کی خدمت سپرد کی گئی ہے) و حملۂ (یعنی حاملان) عرشِ جلیل، صلوات اللہ وسلامہ علیہم

---

[1] القرآن الکریم ۳/۹۵

اجمعین۔ ان کے علوِشان ورفعتِ مکان (شوکت وعظمت اور عالی مرتبت) کو کبھی کوئی ولی نہیں پہنچتا (خواہ کتنا ہی مقرب بارگاہِ احدیت ہو) اور ان کی جناب میں گستاخی کا بھی بعینہٖ وہی حکم (جو انبیاء ومرسلین کی رفعت پناہ بارگاہوں میں گستاخی کا ہے کہ کفر قطعی ہے ان ملائکہ مقربین میں بالخصوص) جبریل علیہ السلام یمین وجیہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے استاذ ہیں[ع] قال تعالٰی علمہ شدید القوٰی[1] (سکھایا ان کو یعنی سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو سخت قوتوں والے طاقتور نے، یعنی جبرائیل علیہ السلام نے جو قوت واجلال خداوندی کے مظہر اتم، قوت جسمانی وعقل ونظر کے اعتبار سے کامل، وحی الٰہی کے بار کے متحمل، چشم زدن میں سدرۃ المنتہٰی تک پہنچ جانے والے، جن کی دانشمندی اور فراست ایمانی کا یہ عالم کہ تمام انبیائے کرام علیہم الصلٰوۃ والسلام کی بارگاہوں میں وحی الٰہی لے کر نزولِ اجلال فرماتے اور پوری

ع قال الامام الفخر الرازی وقوله شدید القوی، فیه فوائد الاولی ان مدح المعلم مدح المتعلم فلو قال علمه جبرائیل ولم یصفه ماکان یحصل للنبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم به فضیلة ظاهرة، الثانیة هو ان فیه ردًا علیهم حیث قالوا اساطیر الاولین سمعها وقت سفره الی الشام فقال لم یعلمه احد من الناس بل معلمه شدید القوی[2] الخ ولهذا قال الامام احمد رضا ما قال وهو حق ثابت۔ واللہ اعلم۔

العبد محمد خلیل عفی عنه

امام فخر الدین رازی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ اللہ تعالٰی کے ارشاد "شدید القوٰی" میں کئی فائدے ہیں، پہلا فائدہ یہ ہے کہ معلم کی مدح متعلم کی مدح ہوتی ہے، اگر اللہ تعالٰی یوں فرماتا کہ اس کو جبرائیل نے سکھایا ہے اور وصف شدید القوٰی سے اس کو متصف نہ فرماتا تو اس سے نبی کریم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو فضیلتِ ظاہرہ حاصل نہ ہوتی۔ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ اس میں رَد ہے ان لوگوں کا جنھوں نے کہا یہ پہلے لوگوں کے قصّے ہیں جن کو انھوں نے شام کی طرف سفر کے دوران سُن لیا ہے، تو اللہ تعالٰی نے فرمایا کہ انھیں لوگوں میں سے کسی نے نہیں سکھایا ان کا معلم تو شدید القوٰی ہے الخ، اسی لئے امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے جو کہا ہے وہ حق ثابت ہے (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۵۳/ ۵

[2] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الآیۃ ۵۳/ ۵ دارالکتب العلمیہ بیروت ۲۸/ ۲۴۵

دیانتداری سے اس امانت کو ادا کرتے رہے) پھر وہ کسی کے شاگرد کیا ہوں گے جسے ان کا استاذ بنایئے اسے سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا استاذ الاستاذ ٹھہرایئے یہ وہی ہیں جنھیں حق تبارک وتعالٰی رسولِ کریم[1] مکین امین[1] فرماتا ہے (کہ وہ عزت والے مالکِ عرش کے حضور بڑی عزت والے ہیں ملاءِ اعلٰی کے مقتدا، کہ تمام ملائکہ ان کے اطاعت گزار و فرماں بردار، وحیِ الٰہی کے امانت دار، کہ ان کی امانت میں کسی کو مجال حرف زدن نہیں پیام رسانیِ وحی میں۔ امکان نہ سہو کا نہ کسی غلط فہمی وغلطی کا اور نہ کسی سہل پسندی اور غفلت کا منصبِ رسالت کے پوری طرح متحمل، اسرار و انوار کے ہر طرح محافظ۔ فرشتوں میں سب سے اونچا ان کا مرتبہ ومقام اور قربِ قبول پر فائز المرام، وہ صاحبِ عزت واحترام کہ) نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سوا دوسرے کے خادم نہیں (اور تمام مخلوقات میں حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے علاوہ کوئی اور ان کا مخدوم ومطاع نہیں۔ اور جنگِ بدر میں فرشتوں کی ایک جمعیت کے ساتھ حضور کے لشکر کا ایک سپاہی بن کر شامل ہونا مشہور، زبان زدِ خاص وعام) اکابر صحابہ و اعاظم اولیاء کو (کہ واسطہ نزولِ برکات ہیں) اگر ان کی خدمت (کی دولت) ملے دو جہاں کی فخر وسعادت جانیں پھر یہ کس کے خدمت گار یا غاشیہ بردار ہوں گے (اور سید عالم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم تو بادشاہِ کون ومکاں، مخدوم ومطاع ہر دو جہاں ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم اجمعین وبارک وسلم)

عقیدۂ خامسہ ــــــ اصحاب سید المرسلین و اہل بیت کرام

ان (ملائکہ مرسلین وساداتِ فرشتگانِ مقربین) کے بعد (بڑی عزت ومنزلت اور قربِ قبول احدیت پر فائز) اصحاب سید المرسلین صلی اللہ تعالٰے علیہ وعلیہم اجمعین ہیں، اور انھیں میں حضرت بتول، جگر پارۂ رسول، خاتونِ جہاں، بانوے جہاں، سیدۃ النساء، فاطمہ زہرا (شامل) اور اس دو جہاں کی آقا زادی کے دونوں شہزادے، عرش (اعظم) کی آنکھ کے دونوں تارے، چرخ سیادت (آسمانِ کرامت) کے مہ پارے، باغِ تطہیر کے پیارے پھول، دونوں قرۃ العینِ رسول، امامین کریمین (ہادیانِ باکرامت وباصفا)، سعیدین شہیدین (نیک بخت وشہیدانِ جفا)، تقیین نقیین (پاک دامن، پاک باطن)، نیرین (قمرین، آفتاب رُخ و ماہتاب رُو)، طاہرین (پاک سیرت، پاکیزہ خو)، ابو محمد (حضرت

---

[1] القرآن الکریم ۸۱/ ۱۹
[2] " ۸۱/ ۲۰ و ۲۱

امام) حسن و ابو عبداللہ (حضرت امام) حسین۔ اور تمام مادرانِ اُمت، بانوانِ رسالت (امہات المومنین، ازواج مطہرات) علی المصطفٰی وعلیہم کلہم الصلوۃ والتحیۃ (ان صحابہ کرام کے زمرہ میں) داخل کہ صحابی ہر وہ مسلمان ہے جو حالتِ اسلام میں اس چہرہ خدا نما (اور اس ذات حق رسا) کی زیارت سے مشرف ہوا۔ اور اسلام ہی پر دُنیا سے گیا (مرد ہو خواہ عورت، بالغ ہو خواہ نابالغ) ان (اعلٰی درجات والا مقامات) کی قدر و منزلت وہی خوب جانتا ہے جو سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی عزت و رفعت سے آگاہ ہے۔ (اس کا سینہ انوارِ عرفان سے منور اور آنکھیں جمال حق سے مشرف ہیں۔ حق پر چلتا، حق پر جیتا اور حق کے لئے مرتا ہے اور قبولِ حق اس کا وطیرہ ہے) آفتابِ نیم روز (دوپہر کے چڑھتے سورج) سے روشن تر کہ محب (سچا چاہنے والا) جب قدرت پاتا ہے اپنے محبوب کو صحبتِ بد (بُرے ہم نشینوں اور بدکار رفیقوں) سے بچاتا ہے (اور مسلمانوں کا بچہ بچہ جانتا مانتا ہے کہ) حق تعالٰی قادرِ مطلق (اور ہر ممکن اس کے تحت قدرت ہے) اور (یہ کہ) رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم اس کے محبوب و سید المحبوبین (تمام محبوبانِ بارگاہ کے سردار و سر کے تاج) کیا عقل سلیم (بشرطیکہ وہ سلیم ہو) تجویز کرتی (جائز و گوارہ رکھتی) ہے کہ ایسا قدیر (فعال لما یرید جو چاہے اور جیسا چاہے کرے) ایسے عظیم ذی وجاہت، جانِ محبوبی و کانِ عزت (کہ جو ہو گیا، جو ہو گا، اور جو ہو رہا ہے انھیں کی مرضی پر ہوا، انھیں کی مرضی پر ہو گا اور انھیں کی مرضی پر ہو رہا ہے) ایسے محبوب ایسے مقبول) کے لئے خیارِ خلق کو (کہ انبیاء و مرسلین کے بعد تمام خلائق پر فائق ہوں۔ حضور کا صحابی) جلیس و انیس (ہم نشین و غمخوار) و یار و مددگار مقرر نہ فرمائے (نہیں ہرگز نہیں تو جبکہ مولائے قادر و قدیر جل جلالہٗ نے انھیں، ان کی یاری و مددگاری، رفاقت و صحبت کے لئے منتخب فرما لیا تو اب) جو ان میں سے کسی پر طعن کرتا ہے جناب باری تعالٰی کے کمال حکمت و تمام قدرت (پر الزام نقص و ناکامی کا لگاتا ہے) یا رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی غایت محبوبیت (کمال شان محبوبی) و نہایت منزلت (و انتہائے عزت و وجاہت۔ اور ان مراتب رفیعہ اور مناصب جلیلہ) پر حرف رکھتا ہے (جو انھیں بارگاہِ صمدیت میں حاصل ہیں تو یہ مولائے قدوس تعالٰی شانہٗ کی بارگاہ میں یا اس کے محبوب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی جناب پاک میں گستاخانہ زبان درازی و دریدہ دہنی ہے اور کھلی بغاوت) اسی لئے سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: اللہ اللہ فی اصحابی، لا تتخذوھم غرضًا من بعدی فمن احبھم فبحبی احبھم ط ومن ابغضھم فببغضی ابغضھم ط ومن اٰذاھم فقد اٰذانی ومن اٰذانی فقد اٰذی اللہ ط ومن اٰذی اللہ فیوشک ان یاخذہ ط خدا سے ڈرو، خدا سے ڈرو میرے اصحاب کے حق میں انھیں نشانہ نہ بنا لینا میرے بعد جو انھیں دوست رکھتا ہے میری

محبت سے انھیں دوست رکھتا ہے، اور جو ان کا دشمن ہے میری عداوت سے ان کا دشمن ہے، جس نے انھیں ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی، اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ کو ایذا دی، اور جس نے اللہ کو ایذا دی تو قریب ہے کہ اللہ تعالٰی اس کو گرفتار کرلے (یعنی زندہ عذاب وبلا میں ڈال دے) رواہ الترمذی[1] وغیرہ۔

اب اے خارجیو، ناصبیو! (حضرت ختنین وامامین جلیلین سے خصوصاً اپنے سینوں میں بغض و کینہ رکھنے اور انھیں چنین وچناں کہنے والو!) کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے (مذکورہ بالا) اس ارشاد عام اور جناب باری تعالٰی نے آیہ کریمہ رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ[2] سے (کہ اللہ تعالٰی ان سے یعنی ان کی اطاعت و اخلاص سے راضی اور وہ اس سے یعنی اس کے کرم وعطا سے راضی) جناب ذوالنورین (امیر المومنین حضرت عثمان غنی) وحضرت اسد اللہ غالب (امیر المومنین علی بن ابی طالب) وحضرات سبطین کریمین (امام حسن وامام حسین) رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین (کو مستثنٰی کردیا اور اس استثناء کو تمھارے کان میں پھونک دیا ہے) یا اے شیعو! اے رافضیو! ان احکام شاملہ سے (کہ سب صحابہ کو شامل ہیں اور جملہ صحابہ کرام ان میں داخل ہیں) خدا اور رسول (جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) نے (امیر المومنین خلیفۃ المسلمین) جناب فاروق اکبر (وامیر المومنین کامل الحیاء والایمان) حضرت مجہز جیش العسرۃ (فی رضی الرحمٰن عثمان بن عفان) وجناب ام المومنین، محبوبہ سید العالمین (طیبہ، طاہرہ، عفیفہ) عائشہ صدیقہ بنت صدیق وحضرات طلحہ و زبیر ومعاویہ (کہ اول کے بارے میں ارشاد وارد کہ "اے طلحہ! یہ جبریل ہیں تجھے سلام کہتے ہیں اور بیان کرتے ہیں کہ میں قیامت کے ہولوں میں تمھارے ساتھ رہوں گا[3]" اور ثانی کے باب میں ارشاد فرمایا: "یہ جبریل ہیں تجھے سلام کہتے ہیں اور بیان کرتے ہیں کہ میں روز قیامت تمھارے ساتھ رہوں گا یہاں تک کہ تمھارے چہرہ سے جہنم کی اڑتی چنگاریاں دور کردوں گا[4]"۔ امام جلال الدین سیوطی جمع الجوامع میں فرماتے ہیں سندُہٗ صحیحٌ[5] اس حدیث کی سند صحیح ہے، اور

---

[1] جامع الترمذی کتاب المناقب باب فی من سب اصحابی النبی صلی اللہ علیہ وسلم حدیث ۳۸۸۸ دارالفکر بیروت ۵/۴۶۳
مسند احمد بن حنبل عن عبداللہ بن مغفل المزنی المکتب الاسلامی بیروت ۵/۵۴ و ۵۷

[2] القرآن الکریم ۹/۱۰۰

[3] کنز العمال حدیث ۳۶۷۳۶ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۳/۲۴۶ و ۲۴۷

[4] " " ۳۳۲۹۴ " " " ۱۱/۶۸۲

[5] " " ۳۶۷۳۶ " " " ۱۳/۲۴۷

حضرت امیر معاویہ تو اوّل ملوکِ اسلام اور سلطنتِ محمدیہ کے پہلے بادشاہ ہیں اسی کی طرف توراۃ مقدس میں
اشارہ ہے کہ:

مولدہ بمکۃ و مہاجرہ طیبۃ و ملکہ بالشام۔

وہ نبی آخرالزماں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مکہ میں پیدا ہوگا اور مدینہ کو ہجرت فرمائے گا اور اس
کی سلطنت شام میں ہوگی۔

(تو امیر معاویہ کی بادشاہی اگرچہ سلطنت ہے، مگر کس کی؟ محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی)
وغیرہم رضوان اللہ تعالٰی علیہم الی یوم الدین کو خارج کر دیا اور تمہارے کان میں (اللہ کے رسول نے
چپ چاپ) کہہ دیا کہ "اصحابی" سے ہماری مراد اور آیت میں ضمیر "ھم" کے مصداق ان لوگوں کے
سوا (اور دوسرے صحابہ) ہیں جو تم اُن کے اے خوارج (اور اے روافض) دشمن ہوگئے۔ اور عیاذاً
باللہ (انھیں) لعن طعن سے یاد کرنے لگے (اور شومیٔ بخت سے) نہ یہ جانا کہ یہ دشمنی درحقیقت رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی
علیہ وسلم سے دشمنی ہے۔ اور ان کی ایذاء حق تبارک وتعالٰی کی ایذاء (اور جہنم کا دائمی عذاب جس کی سزا)
مگر اے اللہ! تیری برکت والی رحمت اور ہمیشگی والی عنایت اس پاک فرقہ اہلِ سنّت وجماعت پر، جس نے
تیرے محبوب صلے اللہ علیہ وسلم کے سب ہم نشینوں اور گلستانِ صحبت کے گل چینوں کو (ہمیشہ ہمیش کسی
استثناء کے بغیر) نگاہِ تعظیم واجلال (اور نظرِ تکریم وتوقیر) سے دیکھنا اپنا شعار و دثار (اپنی علامت و
نشان) کر لیا اور سب کو چرخِ ہدایت کے ستارے اور فلکِ عزت کے سیارے جانا، عقیدہ کر لیا کہ ہر ہر
فرد بشر ان کا (بار و نیکوکار) سرورِ عدول واخیار و اتقیاء وابرار کا سردار (اور اُمت کے تمام عدل گستر،
عدل پرور، نیکوکار، پرہیزگار اور صالح بندوں کے سر کا تاج ہے) تابعین سے لے کر تا بقیامت امت کا
کوئی ولی کیسے ہی پایہ عظیم کو پہنچے، صاحبِ سلسلہ ہو خواہ غیر ان کا، ہرگز ہرگز ان میں سے ادنٰی سے ادنٰی کے
رتبہ کو نہیں پہنچتا، اور ان میں ادنٰی کوئی نہیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشادِ صادق کے مطابق
اوروں کا کوہِ اُحد کے برابر سونا ان کے نیم صاع (تقریباً دو کلو) جَو کے برابر نہیں[1]۔ جو قربِ خدا انھیں حاصل

---

[1] صحیح البخاری مناقب اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم فضل ابی بکر بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۱۸
صحیح مسلم کتاب الفضائل باب تحریم سب الصحابۃ " " ۲/ ۳۱۰
سنن ابن ماجۃ فضل اہل بدر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۵
سنن ابی داؤد کتاب السنۃ باب فی النہی عن سب اصحاب رسول اللہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۸۳

دوسرے کو میسر نہیں۔ اور جو درجات عالیہ یہ پائیں گے غیر کو ہاتھ نہ آئیں گے (اہلسنت کے خواص تو خواص، عوام تک) ان سب کو بالاجمال (کہ کوئی فرد ان کا شمول سے نہ رہ جائے از اول تا آخر) پرلے درجے کا بر و تقی (نیکوکار و متقی) جانتے اور تفاصیل احوال (کہ کس نے کس کے ساتھ کیا کیا اور کیوں کیا۔ اس) پر نظر حرام مانتے (ہیں) جو فعل (ان حضرات صحابہ کرام میں سے) کسی کا اگر ایسا منقول بھی ہوا جو نظر قاصر (و نگاہ کوتاہ بیں) میں ان کی شان سے قدرے گرا ہوا ٹھہرے (اور کسی کوتاہ نظر کو اس میں حرف زنی کی گنجائش ملے) اسے محمل حسن پر اتارتے ہیں۔ (اور اسے ان کے خلوص قلب و حسن نیت پر محمول کرتے ہیں) اور اللہ کا سچا قول رضی اللہ عنہم[1] سن کر آئینہ دل میں زنگ تفتیش کو جگہ نہیں دیتے (اور تحقیق احوال واقعی کے نام کا میل کچیل، دل کے آئینے پر چڑھنے نہیں دیتے) رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم حکم فرما چکے:

اذا ذکر اصحابی فامسکوا[2]۔

جب میرے اصحاب کا ذکر آئے تو باز رہو۔

(سوء عقیدت اور بدگمانی کو قریب نہ پھٹکنے دو، تحقیق حال و تفتیش مآل میں نہ پڑو) ناچار اپنے آقا کا فرمان عالی شان۔ اور یہ سخت وعیدیں، ہولناک تہدیدیں (ڈراوے اور دھمکیاں) سن کر زبان بند کر لی اور دل کو سب کی طرف سے صاف کر لیا۔ (اور بلا چون و چرا) جان لیا کہ ان کے رتبے ہماری عقل سے وراء ہیں پھر ہم ان کے معاملات میں کیا دخل دیں ان میں جو مشاجرات (صورِ نزاعات و اختلافات) واقع ہوئے ہم ان کا فیصلہ کرنے والے کون؟ ؎

گدائے خاک نشینی تو حافظا مخروش

رموز مملکت خویش، خسرواں دانند[3]

(تو خاک نشین گدا اگر ہے اے حافظ! شور مت کر کہ اپنی سلطنت کے بھید بادشاہ جانتے ہیں)

(فکر تیرا منہ ہے کہ تو بولے یہ سرکاروں کی باتیں ہیں)

حاشا کہ ایک کی طرف داری میں دوسرے کو برا کہنے لگیں، یا ان نزاعوں میں ایک فریق کو

---

[1] القرآن الکریم ۹/۱۰۰

[2] المعجم الکبیر حدیث ۱۴۲۷ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲/۹۶

[3] دیوان حافظ ردیف شین معجمہ سب رنگ کتاب گھر دہلی ص ۲۵۸

دنیا طلب ٹھہرائیں بلکہ بالیقین جانتے ہیں کہ وہ سب مصالح دین کے خواستگار تھے (اسلام و مسلمین کی سربلندی ان کا نصب العین تھی پھر وہ مجتہد بھی تھے، تو) جس کے اجتہاد میں جو بات دینِ الٰہی و شرعِ رسالت پناہی جل جلالہٗ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے اصلح و انسب (زیادہ مصلحت آمیز اور احوالِ مسلمین سے مناسب تر) معلوم ہوئی اختیار کی، گو اجتہاد میں خطا ہوئی اور ٹھیک بات ذہن میں نہ آئی۔ لیکن وہ سب حق پر ہیں (اور سب واجب الاحترام) ان کا حال بعینہٖ ایسا ہے جیسا فروعِ مذہب میں (خود علمائے اہلسنت بلکہ ان کے مجتہدین مثلاً امام اعظم) ابوحنیفہ و (امام) شافعی (وغیرہما) کے اختلافات نہ ہرگز ان منازعات کے سبب، ایک دوسرے کو گمراہ فاسق جاننا نہ ان کا دشمن ہوجانا (جس کی تائید مولٰی علی کے اس قول سے ہوتی ہے کہ:

اخواننا بغوا علینا۔[1]

یہ سب ہمارے بھائی ہیں کہ ہمارے خلاف اُٹھ کھڑے ہوئے۔

مسلمانوں کو تو یہ دیکھنا چاہئے کہ سب حضرات آقائے دوعالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے جاں نثار اور سچے غلام ہیں، خدا و رسول کی بارگاہوں میں معظّم و معزّز اور آسمانِ ہدایت کے روشن ستارے ہیں اصحابی کالنجوم[2])

بالجملہ ارشاداتِ خدا اور رسول عزّ مجدہٗ و صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے (اس پاک فرقہ اہل سنّت و جماعت نے اپنا عقیدہ اور) اتنا یقین کرلیا کہ سب (صحابہ کرام) اچھے اور عدل و ثقہ، تقی، نقی ابرار (خاصانِ پروردگار) ہیں۔ اور ان (مشاجرات و نزاعات کی) تفاصیل پر نظر گمراہ کرنے والی ہے نظیر اس کی عصمتِ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والثناء ہے کہ اہلِ حق (اہلِ اسلام، اہلسنت و جماعت) شاہراہِ عقیدت پر چل کر (منزل) مقصود کو پہنچے۔ اور اربابِ (غوایت و اہلِ) باطل تفصیلوں میں خوض (و ناحق غور) کرکے مغاک (ضلالت اور) بددینی (کی گمراہیوں) میں جا پڑے کہیں دیکھا وعصٰی اٰدم ربہ فغوٰی[3] (کہ اس میں عصیاں اور بظاہر تعمیل حکمِ ربانی سے روگردانی کی نسبت حضرت آدم علیہ السلام کی جانب کی گئی ہے)

---

[1] السنن الکبرٰی کتاب قتال اھل البغی دار صادر بیروت ۸/ ۱۷۳

[2] کشف الخفاء حرف الھمزہ مع الصاد حدیث ۳۸۱ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۱۱۸

[3] القرآن الکریم ۲۰/ ۱۲۱

کہیں سُنا لیغفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تاخر[1] (جس سے ذنب یعنی گناہ و غفران ذنب یعنی بخشش گناہ کی نسبت کا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جنابِ والا کی جانب گمان ہوتا ہے)

کبھی موسیٰ (علیہ السلام) وقبطی (قومِ فرعون) کا قصہ یاد آیا (کہ آپ نے قبطی کو آمادہ ظلم پا کر ایک گھونسا مارا اور وہ قبطی قعرِ گور میں پہنچا[2])

کبھی (حضرت) داوٗد (علیہ الصلوٰۃ اور اُن کے ایک اُمتی) اوریاہ کا فسانہ سُن پایا (حالانکہ یہ الزام تھا یہود کا حضرت داوٗد علیہ السلام پر، جسے اُنھوں نے خوب اُچھالا اور زبان زد عوام الناس ہوگیا۔ حتی کہ بر بنائے شہرت، بلاتحقیق وتفتیشِ احوال بعض مفسرین نے اس واقعہ کو من وعن بیان فرمادیا، جبکہ امام رازی[3] فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ میری تحقیق میں سراسر باطل ولغو ہے۔

غرض بے عقل بے دینوں اور بے دین بدعقلوں نے یہ افسانہ سُن پایا تو)

لگے چُون وچرا کرنے تسلیم وگردن نہادوں کے زینہ سے اُتر نے پھر ناراضیِ خدا ورسول کے سوا اور بھی کچھ پھل پایا؟ اور (الٹا) خضتم کالذی خاضوا[4] (اور تم بیہودگی میں پڑے جیسے وہ پڑے تھے اور اتباعِ باطل میں ان کی راہ اختیار کی) نے ولکن حقت کلمۃ العذاب علی الکفرین[5] (مگر عذاب کا قول کافروں پر ٹھیک اُترا) کا دن دکھایا الا ان یشاء ربی[6] ان ربك فعال لما یرید[7]۔

(مسلمان ہمیشہ یہ بات ذہن نشین رکھیں کہ حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کبیرہ گناہوں سے مطلقاً اور گناہِ صغیرہ کے عمداً ارتکاب، اور ہر ایسے امر سے جو خلق کے لئے باعثِ نفرت ہو اور مخلوقِ خدا ان کے باعث ان سے دُور بھاگے نیز ایسے افعال سے جو وجاہت ومروت اور معززین کی شان ومرتبہ کے خلاف ہیں قبل نبوت اور بعد نبوت بالاجماع معصوم ہیں)

---

[1] القرآن الکریم ۴۸ / ۲ [2] القرآن الکریم ۲۸ / ۱۵
[3] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الآیۃ ۳۸/ ۲۳ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲۶ / ۱۶۵
[4] القرآن الکریم ۹ / ۶۹
[5] " ۳۹ / ۷۱
[6] " ۶ / ۸۰
[7] " ۱۱ / ۱۰۷

اللھم ثبات علی الھدیٰ انک انت العلی الاعلیٰ۔
(اے اللہ! ہم تجھ سے ہدایت پر ثابت قدمی مانگتے ہیں بے شک تُو ہی بلند و برتر ہے)
صحابہ کرام کے باب میں یاد رکھنا چاہئے کہ
(وہ حضرات رضی اللہ تعالیٰ عنھم انبیاء نہ تھے، فرشتے نہ تھے کہ معصوم ہوں۔ ان میں سے بعض حضرات سے لغزشیں صادر ہوئیں مگر ان کی کسی بات پر گرفت اللہ و رسول کے احکام کے خلاف ہے۔
اللہ عزوجل نے سورۃ حدید میں صحابۂ سید المرسلین صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کی دو قسمیں فرمائیں،

۱ - من انفق من قبل الفتح وقٰتل
۲ - الذین انفقوا من بعد وقاتلوا[1]

یعنی ایک وہ کہ قبل فتح مکہ مشرف بایمان ہوئے راہ خدا میں مال خرچ کیا اور جہاد کیا جب کہ ان کی تعداد بھی بہت قلیل تھی، اور وہ ہر طرح ضعیف و درماندہ بھی تھے، انھوں نے اپنے اوپر جیسے جیسے شدید مجاہدے گوارا کر کے اور اپنی جانوں کو خطروں میں ڈال ڈال کر، بے دریغ اپنا سرمایہ اسلام کی خدمت کی نذر کر دیا۔
یہ حضرات مہاجرین و انصار میں سے سابقین اولین ہیں، ان کے مراتب کا کیا پوچھنا۔
دوسرے وہ کہ بعد فتح مکہ ایمان لائے، راہِ مولا میں خرچ کیا اور جہاد میں حصہ لیا۔ ان اہل ایمان نے اس اخلاص کا ثبوت جہاد مالی و قتالی سے دیا، جب اسلامی سلطنت کی جڑ مضبوط ہو چکی تھی اور مسلمان کثرتِ تعداد اور جاہ و مال ہر لحاظ سے بڑھ چکے تھے، اجر ان کا بھی عظیم ہے لیکن ظاہر ہے کہ ان سابقون اولون والوں کے درجہ کا نہیں۔
اسی لئے قرآن عظیم نے ان پہلوں کو ان پچھلوں پر تفضیل دی۔
اور پھر فرمایا،

وکلا وعد اللہ الحسنیٰ[2]

ان سب سے اللہ تعالےٰ نے بھلائی کا وعدہ فرمایا۔
کہ اپنے اپنے مرتبے کے لحاظ سے اجر ملے گا سب ہی کو، محروم کوئی نہ رہے گا۔
اور جن سے بھلائی کا وعدہ کیا ان کے حق میں فرماتا ہے،

---

[1] القرآن الکریم ۵۷/ ۱۰
[2] ” ۵۷/ ۱۰

اولٰئک عنھا مبعدون[1]

وہ جہنّم سے دُور رکھے گئے ہیں۔

لایسمعون حسیسھا[2]

وہ جہنّم کی بھنک تک نہ سُنیں گے۔

وھم فی ما اشتھت انفسھم خٰلدون[3]۔

وہ ہمیشہ اپنی من مانتی جی بھاتی مرادوں میں رہیں گے۔

لایحزنھم الفزع الاکبر[4]

قیامت کی وُہ سب سے بڑی گھبراہٹ انھیں غمگین نہ کرے گی۔

تتلقّٰھم الملٰئکۃ۔

فرشتے ان کا استقبال کریں گے۔

ھٰذا یومکم الذی کنتم توعدون[5]۔

یہ کہتے ہُوئے کہ یہ ہے تمہارا وُہ دن جس کا تم سے وعدہ تھا۔

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلّم کے ہر صحابی کی یہ شان اللہ عزوجل بتاتا ہے تو جوکسی صحابی پر طعن کرے اللہ واحد قہّار کو جھٹلاتا ہے۔

اور ان کے بعض معاملات جن میں اکثر حکایات کاذبہ ہیں ارشادِ الٰہی کے مقابل پیش کرنا اہلِ اسلام کا کام نہیں۔

ربِ عزّ وجل نے اسی آیت حدید میں اس کا مُنہ بھی بند کر دیا کہ دونوں فریق صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے بھلائی کا وعدہ کرکے۔ ساتھ ہی ارشاد فرما دیا ؛

واللہ بما تعملون خبیر[6]۔

اور اللہ کو خُوب خبر ہے جو تم کرو گے۔

بایں ہمہ اس نے تمہارے اعمال جان کر حکم فرمادیا کہ وہ تم سب سے جنّت بے عذاب وکرامت

---

[1] القرآن الکریم ۲۱/۱۰۱ [2] القرآن الکریم ۲۱/۱۰۲
[3] " ۲۱/۱۰۲ [4] " ۲۱/۱۰۳
[5] " ۲۱/۱۰۳ [6] " ۵۷/۱۰

ثواب بے حساب کا وعدہ فرما چکا ہے۔

تو اب دوسرے کو کیا حق رہا کہ ان کی کسی بات پر طعن کرے، کیا طعن کرنے والا' اللہ تعالیٰ سے جدا اپنی مستقل حکومت قائم کرنا چاہتا ہے، اس کے بعد جو کوئی کچھ بکے وہ اپنا سر کھائے اور خود جہنم میں جائے۔

علامہ شہاب الدین خفاجی، نسیم الریاض شرح شفائے قاضی عیاض میں فرماتے ہیں۔

"جو حضرت معاویہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ پر طعن کرے وہ جہنم کے کتوں میں سے ایک کتا ہے۔"[1]

(احکام شریعت وغیرہ)

تنبیہ ضروری

اہل سنت کا یہ عقیدہ کہ ونکف عن ذکر الصحابۃ الابخیر[2] یعنی صحابہ کرام کا جب بھی ذکر ہو تو خیر ہی کے ساتھ ہونا فرض ہے۔ انھیں صحابہ کرام کے حق میں جو ایمان وسنت واسلام حقیقی پر تادم مرگ ثابت قدم رہے اور صحابہ کرام جمہور کے خلاف، اسلامی تعلیمات کے مقابل، اپنی خواہشات کے اتباع میں کوئی نئی راہ نہ نکالی اور وہ بدنصیب کہ اس سعادت سے محروم ہو کر اپنی دکان الگ جما بیٹھے اور اہل حق کے مقابل' قتال پر آمادہ ہو گئے۔ وہ ہرگز اس کا مصداق نہیں اس لئے علماء کرام فرماتے ہیں کہ جنگ جمل وصفین میں جو مسلمان ایک دوسرے کے مقابل آئے ان کا حکم خطائے اجتہادی کا ہے۔ لیکن اہلِ نہروان جو مولا علی کرم اللہ تعالےٰ وجہہ الکریم کی تکفیر کر کے بغاوت پر آمادہ ہوئے وہ یقیناً فساق، فجار، طاغی و باغی تھے اور ایک نئے فرقہ کے ساعی وساتھی جو خوارج کے نام سے موسوم ہوا اور اُمّت میں نئے فتنے اب تک اسی کے دم سے پھیل رہے ہیں۔ (سراج العوارف وغیرہ)

عقیدۂ سادسہ[6] ——— عشرہ مبشرہ و خلفائے اربعہ

اب ان سب میں افضل و اعلیٰ و اکمل حضرات عشرہ مبشرہ ہیں۔ وہ دس صحابی جن کے قطعی جنتی ہونے کی بشارت و خوشخبری رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ان کی زندگی ہی میں سنا دی تھی وہ عشرہ مبشرہ کہلاتے ہیں۔ یعنی حضرات خلفائے اربعہ راشدین، حضرت طلحہ بن عبیداللہ، حضرت زبیر بن العوام،

---

[1] نسیم الریاض الباب الثالث مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات الہند ۳/۴۳۰

[2] شرح عقائد النسفی دار الاشاعۃ العربیہ قندھار افغانستان ص ۱۱۶

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت سعید بن زید، حضرت ابوعبیدہ بن الجراح۔

ع ۔ دہ یار بہشتی اند قطعی　　بوبکر و عمر، عثمان و علی
سعد ست سعید و بوعبیدہ　　طلحہ ست و زبیر و عبدالرحمٰن

اور ان میں خلفائے اربعہ رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین اور ان چار ارکان قصر ملت (ملت اسلامیہ کے عالی شان محل کے چار ستونوں) و چار انہار باغ شریعت (اور گلستان شریعت کی ان چار نہروں) کے خصائص و فضائل کچھ ایسے رنگ پر واقع ہیں کہ ان میں سے جس کسی کی فضیلت پر تنہا نظر کیجئے یہی معلوم (و مفہوم) ہوتا ہے کہ جو کچھ ہیں یہی ہیں ان سے بڑھ کر کون ہوگا ؎

بہر گلے کہ ازیں چار باغ می نگرم　　بہار دامن دل می کشد کہ جا اینجاست

(ان چار باغوں میں سے جس پھول کو میں دیکھتا ہوں تو بہار میرے دل کے دامن کو کھینچتی ہے کہ اصل جگہ تو یہی ہے)

علی الخصوص شمع شبستان ولایت، بہار چمنستان معرفت، امام الواصلین، سید العارفین (واصلان حق کے امام، اہل معرفت کے پیش رو) خاتم خلافت نبوت، فاتح سلاسل طریقت، مولی المسلمین، امیر المومنین، ابوالائمۃ الطاہرین (پاک طینت، پاکیزہ خصلت، اماموں کے جدامجد طاہر مطہر، قاسم کوثر، اسد اللہ الغالب، مظہر العجائب والغرائب، مطلوب کل طالب، سیدنا و مولانا علی بن ابی طالب کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم وحشرنا فی زمرتہ فی یوم عقیم کہ اس جناب گردوں قباب (جن کے قبہ کی کلس آسمان برابر ہے ان) کے مناقب جلیلہ (اوصاف حمیدہ) و محامد جمیلہ (خصائل حسنہ) جس کثرت و شہرت کے ساتھ (کثیر و مشہور، زبان زد عام و خواص) ہیں دوسرے کے نہیں۔

(پھر) حضرات شیخین، صاحبین صہرین (کہ ان کی صاحبزادیاں حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے شرف زوجیت سے مشرف ہوئیں اور امہات المومنین، مسلمانوں ایمان والوں کی مائیں کہلائیں) وزیرین (جیسا کہ حدیث شریف میں وارد کہ میرے دو وزیر آسمان میں جبرائیل و میکائیل[1] اور دو وزیر زمین پر ہیں ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما) امیرین (کہ ہر دو امیر المومنین ہیں) مشیرین (دونوں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی مجلس شورٰی کے رکن اعظم) ضجیعین (ہم خواجہ اور دونوں اپنے آقا و مولٰی کے پہلو بہ پہلو آج بھی مصروف استراحت) رفیقین (ایک دوسرے کے یار و غمگسار) سیدنا و مولٰنا عبداللہ العتیق

---

[1] کنز العمال　　حدیث ۳۲۶۶۱　　مؤسستہ الرسالہ بیروت　　۱۱/۵۶۳

ابوبکر صدیق وجناب حق مآب ابوحفص عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی شانِ والا سب کی شانوں سے جدا ہے اوران پرسب سے زیادہ عنایت خدااور رسولِ خدا جل جلالہ و صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ہے بعد انبیاء و مرسلین و ملائکہ مقربین کے جو مرتبہ اُن کا خدا کے نزدیک ہے دوسرے کا نہیں اور رب تبارک وتعالیٰ سے جو قرب و نزدیکی اور بارگاہِ عرش اشتباہ رسالت میں جو عزت وسربلندی اُن کا حصّہ ہے اوروں کا نصیبا نہیں اور منازلِ جنت و مواہبِ^ع بے منت میں انھیں کے درجات سب پر عالی فضائل و فواضل (فضیلتوں اور خصوصی بخششوں) وحسنات طیبات (نیکیوں اور پاکیزگیوں) میں انھیں کو تقدم و پیشی (یہی سب پر مقدم، یہی پیش پیش) ہمارے علماء و ائمہ نے اس (باب) میں مستقل تصنیفیں فرماکر سعادتِ کونین و شرافتِ دارین حاصل کی (ان کے خصائل تحریر میں لائے، ان کے محاسن کا ذکر فرمایا، ان کے اولیات و خصوصیات گنائے) ورنہ غیر متناہی (جو ہماری فہم و فراست کی رسائی سے ماوراہو۔ اس) کا شمار کس کے اختیار واللہ العظیم اگر ہزاروں دفتر ان کے شرح فضائل (اور بسط فواضل) میں لکھے جائیں یکے از ہزار تحریر میں نہ آئیں ؎

وعلی تفنن واصفیہ بحسنہ ۔۔۔ یفنی الزمان وفیہ مالم یوصف

(اور اس کے حُسن کی تعریف کرنے والوں کی عمدہ بیانی کی بنیاد پر زمانہ غنی ہوگیا اور اس میں ایسی خوبیاں ہیں جنھیں بیان نہیں کیا جاسکتا)

مگر کثرتِ فضائل و شہرتِ فواضل (کثیر درکثیر فضیلتوں کا موجود اور پاکیزہ و برتر عزتوں مرحمتوں کا مشہور ہونا) چیزے دیگر (اور بات ہے) اور فضیلت وکرامت (سب سے افضل اور بارگاہِ عزت میں سب سے زیادہ قریب ہونا) امرے آخر (ایک اور بات ہے اس سے جُدا وممتاز) فضل اللہ تعالیٰ کے ہاتھ ہے جسے چاہے عطا فرمائے قل ان الفضل بید اللہ یؤتیہ من یشاء[1]

اس کی کتاب کریم اور اس کا رسولِ عظیم علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والتسلیم علی الاعلان گواہی دے رہے ہیں حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد ماجد مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت کرتے ہیں

ع مطبوعہ رسالہ میں "وزاب بے منت" مطبوع ہے اور حاشیہ پر تحریر کہ اصل میں ایسا ہے، فقیر نے اسے مواہب لکھا جبکہ "منازل" کا ہم قافیہ ہے "مناہل" یعنی چشمے، اور انسب یہی ہے ۱۲ محمد خلیل

[1] القرآن الکریم ۳/ ۷۳

کہ وہ فرماتے ہیں :

کنت عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاقبل ابوبکر وعمر فقال یا علی ھذان سیدا کھول اھل الجنۃ وشبابھا بعد النبیین والمرسلین۔[1]

(رواہ الترمذی وابن ماجہ وعبداللہ بن الامام احمد)

"میں خدمت اقدس حضور افضل الانبیاء صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر تھا کہ ابوبکر و عمر سامنے آئے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ علی! یہ دونوں سردار ہیں اہل جنت کے سب بوڑھوں اور جوانوں کے، بعد انبیاء و مرسلین کے۔"

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے راوی، حضور کا ارشاد ہے :

ابوبکر وعمر خیر الاولین والآخرین وخیر اھل السمٰوٰت وخیر اھل الارضین الا النبیین والمرسلین۔[2]

(رواہ الحاکم فی الکنٰی وابن عدی وخطیب)

"ابوبکر و عمر بہتر ہیں سب اگلوں پچھلوں کے، اور بہتر ہیں سب آسمان والوں سے، اور بہتر ہیں سب زمین والوں سے، سوا انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کے۔"

خود حضرت مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ نے بار بار اپنی کرسی مملکت وسطوت (و دبدبہ) خلافت میں افضلیت مطلقہ شیخین کی تصریح فرمائی (اور صاف صاف واشگاف الفاظ میں بیان فرمایا کہ یہ دونوں حضرات علی الاطلاق بلا قید جہت وحیثیت تمام صحابہ کرام سے افضل ہیں) اور یہ ارشاد ان سے بتواتر ثابت ہوا کہ اسّی سے زیادہ صحابہ وتابعین نے اسے روایت کیا۔ اور فی الواقع اس مسئلہ (افضلیت شیخ کریمین) کو جیسا حق مآب مرتضوی نے صاف صاف واشگاف بکرّات ومرّات (بار بار موقع بہ موقع اپنی جلوات وخلوات (عمومی محفلوں، خصوصی نشستوں) ومشاہد عامہ ومساجد جامعہ (عامۃ الناس کی

[1] مسند احمد بن حنبل عن علی رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۸۰
جامع الترمذی ابواب المناقب مناقب ابی بکر الصدیق حدیث ۳۶۸۵ دار الفکر بیروت ۵/ ۳۷۶
سنن ابن ماجہ فضل ابی بکر الصدیق ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۰

[2] کنز العمال بحوالہ الحاکم فی الکنٰی حدیث ۳۲۶۴۵ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۵۶۰
الصواعق المحرقۃ بحوالہ الحاکم وابن عدی والخطیب الباب الثالث الفصل الثالث دار الکتب العلمیۃ بیروت ص ۱۱۹

مجلسوں اور جامع مسجدوں) میں ارشاد فرمایا، دوسروں سے واقع نہیں ہوا (ازاں جملہ وہ ارشادِ گرامی کہ) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت محمد بن حنفیہ صاحبزادۂ جناب امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی:

قال قلت لابی ای الناس خیرٌ بعد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم؟ قال ابوبکر. قال قلت ثم من؟ قال عمر[1] یعنی میں نے اپنے والد ماجد امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے عرض کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے بعد سب آدمیوں سے بہتر کون ہیں؟ ارشاد فرمایا: ابوبکر۔ میں نے عرض کیا پھر کون؟ فرمایا: عمر۔

ابوعمر بن عبداللہ، حکم بن حجل سے اور دارقطنی اپنی سنن میں راوی، جناب امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ تعالےٰ فرماتے ہیں:

لا اجد احداً افضلنی علٰی ابی بکر وعمر الا جلدتہ حد المفتری[2] جسے میں پاؤں گا کہ شیخین (حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما) سے مجھے افضل بتاتا (اور مجھے ان میں سے کسی پر فضیلت دیتا) ہے اسے مُفتری (افتراء وبہتان لگانے والے) کی حد ماروں گا کہ اسّی کوڑے ہیں۔

ابوالقاسم طلحی کتاب السنۃ میں جناب علقمہ سے راوی:

بلغ علیًّا ان اقواماً یفضّلونہ علٰی ابی بکر وعمر فصعد المنبر فحمد اللہ واثنی علیہ ثم قال ایہا الناس! انہ بلغنی ان اقواما یفضّلونی علٰی ابی بکر وعمر ولو کنت تقدمت فیہ لعاقبت فیہ فمن سمعتہ بعد ھذا الیوم یقول ھذا فھو مفتر، علیہ حد المفتری ثم قال ان خیر ھذہ الامۃ بعد نبیہا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ابوبکر ثم عمر ثم اللہ اعلم بالخیر بعدُ قال وفی المجلس الحسن بن علی فقال واللہ لو سمّی الثالث لسمّی عثمٰن[3] یعنی جناب مولیٰ علی کو خبر پہنچی کہ لوگ انھیں حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر تفضیل دیتے (اور حضرت مولیٰ کو ان سے افضل بتاتے) ہیں، پس منبر پر تشریف لے گئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی، پھر فرمایا: اے لوگو! مجھے خبر پہنچی کہ کچھ لوگ مجھے ابوبکر وعمر سے افضل بتاتے ہیں اور اگر میں نے پہلے سے

---

[1] صحیح البخاری مناقب اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم باب فضل ابی بکر بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۱۸

[2] الصواعق المحرقۃ بحوالہ الدارقطنی الباب الثالث دار الکتب العلمیۃ بیروت ص ۹۱

[3] ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء بحوالہ ابی القاسم مسند علی بن ابی طالب سہیل اکیڈمی لاہور ۱/ ۶۸

سُنا ہوتا تو اس میں سزا دیتا یعنی پہلی بار تفہیم (و تنبیہ) پر قناعت فرماتا ہوں پس اس دن کے بعد جسے ایسا کہتے سُنوں گا تو وہ مفتری (بُہتان باندھنے والا) ہے اس پر مفتری کی حد لازم ہے۔ پھر فرمایا بیشک بہتر اس اُمّت کے بعد ان نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ابوبکر ہیں، پھر عمر۔ پھر خدا خوب جانتا ہے بہتر کو ان کے بعد۔ اور مجلس میں امام حسن (رضی اللہ تعالےٰ عنہ) بھی جلوہ فرما تھے اُنھوں نے ارشاد کیا خدا کی قسم! اگر تیسرے کا نام لیتے تو عثمان کا نام لیتے۔

بالجملہ احادیثِ مرفوعہ واقوالِ حضرت مرتضوی و اہلبیت نبوّت اس بارے میں لا تعد و لا تحصی (بے شمار و لاانتہا) ہیں کہ بعض کی تفسیر فقیر نے اپنے رسالہ تفضیل[1] میں کی۔ اب اہل سنّت (کے علمائے ذوی الاحترام) نے ان احادیث و آثار میں جو نگاہ غور کو کام فرمایا تو تفضیل شیخین کی صدہا تصریحیں (سیکڑوں صراحتیں) علی الاطلاق پائیں کہیں جہت و حیثیت کی قید نہ دیکھی کہ یہ صرف فلاں حیثیت سے افضل ہیں اور دوسری حیثیت سے دوسروں کو افضلیت (حاصل ہے) لہٰذا انھوں نے عقیدہ کرلیا کہ گو فضائل خاصہ و خصائص فاضلہ (مخصوص فضیلتیں اور فضیلت میں خصوصیتیں) حضرت مولیٰ (علی مشکل کشا کرم اللہ تعالیٰ وجہہ) اور ان کے غیر کو بھی ایسے حاصل (اور بعطائے الٰہی وہ ان خصوصیات کے تنہا حامل) جو حضرات شیخین (کریمین جلیلین) نے نہ پائے جیسے کہ اس کا عکس بھی صادق ہے (کہ امیرین وزیرین کو وُہ خصائصِ غالیہ اور فضائل عالیہ، بارگاہِ الٰہی سے مرحمت ہُوئے کہ ان کے غیر نے اس سے کوئی حصہ نہ پایا) مگر فضل مطلق کُلّی (کسی جہت و حیثیت کا لحاظ کئے بغیر فضیلت مطلقہ کُلّیہ) جو کثرتِ ثواب و زیادتِ قُربِ ربّ الارباب سے عبارت ہے وُہ انھیں کو عطا ہوا (اوروں کے نصیب میں نہ آیا)

(یعنی اللہ عزوجل کے یہاں زیادہ عزت و منزلت جسے کثرتِ ثواب سے بھی تعبیر کرتے ہیں وہ صرف حضرات شیخین نے پائی۔ اس سے مراد اجر و انعام کی کثرت و زیادت نہیں کہ بارہا مفضول کے لئے ہوتی ہے۔

حدیث میں ہمراہیانِ سیّدنا امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت آیا کہ ان میں سے ہر ایک کے لئے پچاس کا اجر ہے۔ صحابہ نے عرض کیا "ان میں کے پچاس کا یا ہم میں کے؟" فرمایا "بلکہ تم میں کے۔" تو اجر

---

[1] اعلیحضرت قدس سرہ العزیز نے مسئلہ تفضیل شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر نوّے[90] جُز کے قریب ایک کتاب مسمّٰی بہ "منتہی التفصیل لمبحث التفضیل" لکھی، پھر "مطلع القمرین فی ابانۃ سبقۃ العمرین" میں اس کی تلخیص کی۔ غالبًا اس ارشادِ گرامی میں اشارہ اسی کی طرف ہے، واللہ تعالیٰ اعلم
محمد خلیل القادری عفی عنہ

24

ان کا زائد ہوا۔ انعام ومعاوضہ محنت انھیں زیادہ ملا مگر افضلیت میں وہ صحابہ کے ہمسر بھی نہیں ہوسکتے، زیادت درکنار، کہاں امام مہدی کی رفاقت اور کہاں حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی صحابیت! اس کی نظیر بلاتشبیہ یُوں سمجھئے کہ سلطان نے کسی مہم پر وزیر اور بعض دیگر افسروں کو بھیجا، اس کی فتح پر ہر افسر کو لاکھ لاکھ روپے انعام دیئے اور وزیر کو خالی پروانۂ خوشنودیِ مزاج دیا، تو انعام انھیں افسروں کو زیادہ ملا اور اجر ومعاوضہ انھوں نے زیادہ پایا مگر کہاں وُہ اور کہاں وزیر اعظم کا اعزاز۔ (بہار شریعت)

اور (یہ اہل سنت وجماعت کا وُہ عقیدہ ثابتہ محکمہ ہے کہ) اس عقیدہ کا خلاف اوّل تو کسی حدیث صحیح میں ہے ہی نہیں، اور اگر بالفرض کہیں بُوئے خلاف پائے بھی تو سمجھ لے کہ یہ ہماری فہم کا قصور ہے (اور ہماری کوتاہ فہمی) ورنہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور خود حضرت مولیٰ (علی) واہلبیت کرام (صاحب البیت ادری بما فیہ کے مصداق، اسرار خانہ سے مقابلۃً واقف تر) کیوں بلاتقیید (کسی جہت وحیثیت کی قید کے بغیر) انھیں افضل وخیر امت وسردار اولین وآخرین بتاتے کیا آیہ کریمہ فقل تعالوا ندع ابناءنا وابناءکم ونساءنا ونساءکم وانفسنا وانفسکم ثم نبتھل فنجعل لعنت اللہ علی الکذبین[1] (تو ان سے فرمادو کہ آؤ ہم بلائیں اپنے بیٹے اور تمھارے بیٹے اور اپنی عورتیں اور تمھاری عورتیں اور اپنی جانیں اور تمھاری جانیں پھر مباہلہ کریں تو جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ڈالیں) وحدیث صحیح من کنت مولاہ فعلی مولاہ[2] (جس کا میں مولا ہوں تو علی بھی اس کا مولا ہے) اور خبر شدید الضعف وقوی الجرح (نہایت درجہ ضعیف وقابل شدید جرح وتعدیل) لحمك لحمی ودمك دمی[3] (تمھارا گوشت میرا گوشت اور تمھارا خُون میرا خُون ہے)

---

[1] القرآن الکریم ٣/ ٦١

[2] جامع الترمذی ابواب المناقب باب مناقب علی رضی اللہ عنہ امین کمپنی دہلی ٢/ ٢١٣
مسند احمد بن حنبل عن علی رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ١/ ٨٤ و ١١٨ و ١١٩ و ١٥٢
سنن ابن ماجہ فضل علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ١٢
المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابۃ من کنت مولاہ فعلی مولاہ دار الفکر بیروت ٣/ ١١٠
المعجم الکبیر حدیث ٣٠٤٩ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ٣/ ١٨٩
کنز العمال حدیث ٣٢٩٠٤ و ٣٢٩٤٦ و ٣٢٩٥٠ و ٣٢٩٥١ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ١١/ ٦٠٢ و ٦٠٩ و ٦١٠

[3] کنز العمال حدیث ٣٢٩٣٦ " " " ١١/ ٦٠٧

برتقدیرِ ثبوت (بشرطیکہ ثابت وصحیح مان لی جائے) وغیرذلک (احادیث واخبار) سے انھیں آگاہی نہ تھی (ہوش وحواس، علم وشعور اور فہم وفراست میں یگانہ روزگار ہوتے ہوئے ان اسرارِ درون خانہ سے بیگانہ رہے اور اسی بیگانگی میں عمریں گزار دیں) یا (انھیں آگاہی اور ان اسرار پر اطلاع) تھی تو وہ (ان واضح الدلالۃ الفاظ) کا مطلب نہ سمجھے (اور غیرت وشرم کے باعث اور کسی سے پُوچھ نہ سکے) یا سمجھے (حقیقتِ حال سے آگاہ ہوئے) اور اس میں تفضیلِ شیخین کا خلاف پایا (مگر خاموش رہے اور جمہور صحابہ کرام کے برخلاف عقیدہ رکھا زبان پر اس کا خلاف نہ آنے دیا اور حالانکہ یہ ان کی پاک جنابوں میں گستاخی اور ان پر تقیۂ ملعونہ کی تہمت تراشی ہے) تو (اب ہم) کیونکر خلاف سمجھ لیں (کیسے کہہ دیں کہ ان کے دل میں خلاف تھا زبان سے اقرار) اور تصریحات بیّنہ وقاطع الدلالۃ (روشن صراحتوں قطعی دلالتوں وغیر محتملۃ الخلاف کو (جن میں کسی خلاف کا احتمال نہیں کوئی ہیر پھیر نہیں) کیسے پس پشت ڈال دیں الحمد للہ رب العٰلمین کہ حق تبارک وتعالیٰ نے فقیر حقیر کو یہ ایسا جواب شافی تعلیم فرمایا کہ منصف (انصاف پسند ذی ہوش) کے لئے اس میں کفایت (اور یہ جواب اس کی صحیح رہنمائی وہدایت کے لئے کافی) اور متعصب کو (کہ آتشِ غلو میں سُلگتا اور ضد ونفسانیت کی راہ چلتا ہے) اس میں غیظ بے نہایت (قل موتوا بغیظکم[1] انھیں آتشِ غضب میں جلنا مبارک) (ہم مسلمانانِ اہلسنت کے نزدیک، حضرت مولیٰ کی ماننا) یہی محبتِ علی مرتضیٰ ہے اور اس کا بھی (یہی تقاضا) یہی مقتضیٰ ہے کہ محبوب کی اطاعت کیجئے اور اس کے غضب اور انھی کوڑوں کے استحقاق سے بچئے (والعیاذ باللہ)۔

اللہ! اللہ! وُہ امام الصدیقین، اکمل الاولیاء العارفین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم ومحبت کو حفظ جان پر مقدم رکھا حالانکہ جان کا رکھنا سب سے زیادہ اہم فرض ہے۔ اگر بوجہ ظلم عدو مکابر وغیرہ نماز پڑھنے میں معاذ اللہ ہلاک جان کا یقین ہو تو اس وقت ترکِ نماز کی اجازت ہوگی۔

یہی تعظیم ومحبت وجاں نثاری وپروانہ واریِ شمع رسالت علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ ہے جس نے صدیق اکبر کو بعد انبیاء ومرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین تمام جہان پر تفوق بخشا اور ان کے بعد تمام عالم، تمام خلق، تمام اولیاء، تمام عرفاء سے افضل واکرم واکمل واعظم کر دیا۔

وہ صدیق جس کی نسبت حدیث میں آیا کہ "ابوبکر کو کثرتِ صوم وصلوٰۃ کی وجہ سے تم پر فضیلت نہ ہوئی

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۱۱۹

بلکہ اس سر کے سبب جو اس کے دل میں راسخ و متمکن ہے۔[1]"

وہ صدیق جس کی نسبت ارشاد ہوا: "اگر ابوبکر کا ایمان میری تمام اُمت کے ایمان کے ساتھ وزن کیا جائے تو ابوبکر کا ایمان غالب آئے۔"[2]

وُہ صدیق کہ خود اُن کے مولائے اکرم و آقائے اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کسی کا ہمارے ساتھ کوئی ایسا سلوک نہیں ہے جس کا ہم نے عوض نہ کر دیا ہو سوا ابوبکر کے، کہ ان کا ہمارے ساتھ وہ حسنِ سلوک ہے جس کا بدلہ اللہ تعالیٰ انھیں روزِ قیامت دے گا۔"[3]

وہ صدیق جس کی افضلیت مطلقہ پر قرآنِ کریم کی شہادت ناطقہ ہے کہ فرمایا: ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم[4] تم میں سب سے زیادہ عزت والا اللہ کے حضور وُہ ہے جو تم سب میں اتقیٰ ہے۔

اور دوسری آیۂ کریمہ میں صاف فرمادیا: وسیجنبھا الاتقی[5] قریب ہے کہ جہنم سے بچایا جائے گا وہ اتقیٰ۔

بشہادت آیت اُولیٰ ان آیات کریمہ سے وہی مراد ہے جو افضل و اکرم امتِ مرحومہ ہے اور وہ نہیں مگر اہل سنّت کے نزدیک صدیق اکبر۔ اور تفضیلیہ و روافض کے نزدیک یہاں امیرالمومنین مولیٰ علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ۔

مگر اللہ عزّوجل کے لئے حمد کہ اس نے کسی کی تلبیس و تدلیس اور حق و باطل میں آمیزش و آویزش کو جگہ نہ چھوڑی، آیۂ کریمہ نے ایسے وصفِ خاص سے اتقیٰ کی تعیین فرمادی جو حضرت صدیق اکبر کے سوا کسی پر صادق آ ہی نہیں سکتا۔

فرماتا ہے: ومالاحد عندہ من نعمۃ تجزیٰ[6] اس پر کسی کا ایسا احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے۔

---

[1] کشف الخفا حدیث ۲۲۲۶ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲/۱۷۰

[2] تاریخ الخلفاء فصل فیما ورد من کلام الصحابۃ الخ دار صادر بیروت ص ۸۷

شعب الایمان حدیث ۳۶ دارالکتب العلمیۃ " ۱/۶۹

[3] جامع الترمذی ابواب المناقب باب مناقب ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ امین کمپنی دہلی ۲/۲۰۷

[4] القرآن الکریم ۴۹/۱۳ [5] القرآن الکریم ۹۲/۱۷

[6] " ۹۲/۱۹

اور دُنیا جانتی مانتی ہے کہ وُہ صرف صدیقِ اکبر ہی ہیں جن کی طرف سے ہمیشہ بندگی و غلامی و خدمت و نیازمندی اور مصطفےٰ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کی طرف سے براہِ بندہ نوازی قبول و پذیرائی کا برتاؤ رہا یہاں تک کر خود ارشاد فرمایا کہ: بیشک تمام آدمیوں میں اپنی جان و مال سے کسی نے ایسا سلوک نہیں کیا جیسا ابوبکر نے کیا[1]"

جب کہ مولیٰ علی نے مولائے کُل، سید الرسل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کنارِ اقدس میں پرورش پائی، حضور کی گود میں ہوش سنبھالا، اور جو کچھ پایا بظاہر حالات یہیں سے پایا۔ تو آیۂ کریمہ وما لاحد عندہ من نعمۃ تجزٰی[2] (اس پر کسی کا ایسا احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے) سے مولا علی قطعاً مراد نہیں ہو سکتے بلکہ بالیقین صدیقِ اکبر ہی مقصود ہیں، اور اسی پر اجماعِ مفسّرین موجود۔

وُہ صدیق جنھیں حضور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرضیتِ حج کے بعد پہلے ہی سال میں امیر الحجاج مقرر فرمایا اور انھیں کو اپنے سامنے اپنے مرض الموت شریف میں اپنی جگہ امام مقرر فرمایا۔ حضرت مولیٰ علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالےٰ وجہہ کا ارشاد ہے کہ "نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد جب ہم نے غور کیا (تو اس نتیجہ پر پہنچے) کہ نماز تو اسلام کا رُکن ہے اور اسی پر دین کا قیام ہے اس لئے ہم نے امورِ خلافت کی انجام دہی کے لئے بھی اسی پر رضامندی ظاہر کر دی، جسے رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ہمارے دین کے لئے پسند فرمایا تھا، اور اسی لئے ہم نے ابوبکر کی بیعت کر لی[3]"

اور فاروقِ اعظم تو فاروقِ اعظم ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ وُہ فاروق جن کے لیے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے دُعا مانگی کہ:

اللّٰھم اعزّ الاسلام بعمر بن خطاب خاصۃ[4]

الٰہی! اسلام کی خاص عمر بن خطاب کے اسلام سے عزّتیں بڑھا۔

اس دُعائے کریم کے باعث عمر فاروقِ اعظم کے ذریعہ سے جو جو عزّتیں اسلام کو ملیں، جو جو بلائیں اسلام و مسلمین سے دفع ہُوئیں مخالف موافق سب پر روشن و مبیّن، ولہذا سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ

---

[1] جامع الترمذی ابواب المناقب باب مناقب ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ امین کمپنی دہلی ۲/۲۰۷

[2] القرآن الکریم ۹۲/۱۹

[3] الصواعق المحرقۃ الباب الاول الفصل الرابع دار الکتب العلمیۃ بیروت ص ۴۳

[4] سنن ابن ماجہ فضل عمر رضی اللہ عنہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱

المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابۃ دار الفکر بیروت ۳/۸۳

فرماتے ہیں کہ:

مازلنا اعزۃ منذ اسلم عمر[1] (بخاری)

ہم ہمیشہ معزز رہے جب سے عمر اسلام لائے۔

وہ فاروق جن کے حق میں خاتم النبیین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

"اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتا۔"[2] (رضی اللہ عنہ)

(یعنی آپ کی فطرت اتنی کاملہ تھی کہ اگر دروازۂ نبوت بند نہ ہوتا تو محض فضلِ الٰہی سے وہ نبی ہو سکتے تھے کہ اپنی ذات کے اعتبار سے نبوت کا کوئی مستحق نہیں)

وہ فاروق جن کے بارے میں ارشادِ محبوبِ رب العالمین موجود کہ:

"عمر کہیں ہو حق اس کی رفاقت میں رہے گا۔"[3]

وہ فاروق جن کے لئے صحابہ کرام کا اجماع کہ "عمر علم کے نو حصے لے گئے۔"[4] جبکہ ابوبکر صدیق صحابہ میں سب سے زیادہ علم والے تھے۔

وہ فاروق کہ جس راہ سے وہ گزر جائیں شیاطین کے دل دہل جائیں۔[5]

وہ فاروق کہ جب وہ اسلام لائے ملاءِ اعلٰی کے فرشتوں نے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی بارگاہ میں تہنیت ومبارکبادیوں کی ڈالیاں نذرانے میں پیش کیں۔[6]

وہ فاروق کہ ان کے روزِ اسلام سے اسلام ہمیشہ عزتیں اور سربلندیاں ہی پاتا گیا، ان کا اسلام فتح تھا، اُن کی ہجرت نصرت، اور ان کی خلافت رحمت (رضی اللہ تعالٰی عنہ)۔

اور جب ثابت ہوگیا کہ قُربِ الٰہی (معرفت وکثرتِ ثواب میں) شیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما کو مزیت

---

[1] صحیح البخاری کتاب مناقب اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم مناقب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۵۲۰

[2] جامع الترمذی ابواب المناقب " " " امین کمپنی دہلی ۲/۲۰۹

المستدرک للحاکم معرفۃ الصحابۃ دار الفکر بیروت ۳/۸۳

[3] کنز العمال حدیث ۳۲۷۱۵ و ۳۲۷۳۵ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/۵۷۳ و ۵۷۷

[4] تاریخ الخلفاء ذکر عمر بن الخطاب فصل فی اقوال الصحابۃ فیہ دار ابن حزم بیروت ص ۹۸

[5] صحیح البخاری مناقب عمر فاروق رضی اللہ عنہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۵۲۰

[6] کنز العمال حدیث ۳۲۷۳۸ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/۵۷۷

تفوّق (زیادت و فوقیّت) ہے تو ولایت (خاصّہ جو کہ ایک قربِ خاص ہے کہ مولیٰ عزّ و جل اپنے برگزیدہ بندوں کو محض اپنے فضل و کرم سے عطا فرماتا ہے یہ) بھی انھیں کی اعلیٰ ہوئی (اور ولایت شیخین، جملہ اکابر اولیاء کی ولایت سے بالا)

(ہاں) مگر ایک درجہ قربِ الٰہی جل جلالہ و رزقنا اللہ کا (ضروری اللحاظ اور خصوصاً حضرات علماء و فضلاء اُمّت کی توجہ کا مستحق ہے اور وُہ یہ ہے کہ مرتبہ تکمیل پر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم نے جانب کمالات نبوت حضرات شیخین کو قائم فرمایا اور جانبِ کمالاتِ ولایت حضرت مولا علی مشکل کشا کو، تو جملہ اولیائے مابعد نے مولیٰ علی ہی کے گھر سے نعمت پائی ، انھیں کے دست نگر تھے ، انھیں کے دست نگر ہیں اور انھیں کے دستِ نگر رہیں گے) ۔

پر ظاہر ہے کہ سیر الی اللہ میں تو سب اولیاء برابر ہوتے ہیں اور وہاں لانفرق بین احد من رسلہ[1] (ہم اس کے کسی رسول پر ایمان لانے میں فرق نہیں کرتے) کی طرح لانفرق بین احدٍ من اولیائہ (ہم اس کے دوستوں میں کوئی تفریق نہیں کرتے) ۔

کہا جاتا ہے (یعنی تمام اولیاء اللہ اصل طریقِ ولایت یعنی سیر الی اللہ میں برابر ہوتے ہیں اور ایک دوسرے پر سبقت و فضیلت کا قول باعتبار سیر فی اللہ کیا جاتا ہے کہ جب سالک عالمِ لاہوت پر پہنچا سیر و سلوک تمام ہُوا ، یعنی سیر الی اللہ سے فراغت کے بعد سیر فی اللہ ہوتی ہے اور اس کی نہایت و حد نہیں) جب (عالمِ لاہوت پر پہنچ کر) ماسوائے الٰہی آنکھوں سے گر گیا اور مرتبہ فنا تک پہنچ کر آگے قدم بڑھا تو وہ سیر فی اللہ ہے اس کے لئے انتہا نہیں اور یہیں تفاوت قرب (بارگاہِ الٰہی میں عزت و منزلت اور کثرتِ ثواب میں فرق) جلوہ گر ہوتا ہے ، جس کی سیر فی اللہ زائد وہی خدا سے زیادہ نزدیک ، پھر بعضے بڑھتے چلے جاتے ہیں (اور جذب الٰہی انھیں اپنی جانب کھینچتا رہتا ہے ان کی یہ سیر کبھی ختم نہیں ہوتی) اور بعض کو دعوتِ خلق (و رہنمائیِ مخلوقِ الٰہی) کے لئے منزل ناسُوتی عطا فرماتے ہیں (جسے عالمِ شہادت و عالمِ خلق و عالمِ جسمانی وغیرہ بھی کہتے ہیں، اور اس منزل میں تعلق مع اللہ کے ساتھ ان میں خلائق سے علاقہ پیدا کر دیا جاتا ہے اور وُہ خلقِ خدا کی ہدایت کی طرف بھی متوجہ رہتے ہیں) ان سے طریقہ خرقہ و بیعت کا رواج پاتا ہے اور سلسلۂ طریقت جنبش میں آتا ہے ، مگر یہ معنی اسے مستلزم نہیں (اور اس سے یہ لازم نہیں آتا) ان کی سیر فی اللہ اگلوں سے بڑھ جائے (اور یہ دعوت خلق و رہنمائی مخلوق کے باعث

---

[1] القرآن الکریم ۲ / ۲۸۵

بارگاہِ الٰہی میں ان سے سوا عزت ومنزلت اور ثواب میں کثرت پاجائیں)

ہاں یہ ایک فضل جداگانہ ہے کہ انھیں ملا اور دوسروں کو عطانہ ہوا تو یہ کیا؟ (اور اسی کی تخصیص کیسی؟) اس کے سوا صدہا خصائص حضرت مولیٰ کو ایسے ملے کہ شیخین کو نہ ملے۔ مگر (بارگاہِ الٰہی میں) قرب و رفعتِ درجات میں انھیں کو افزونی رہی (انھیں کو مزیت ملی اور انھیں کے قدم پیش پیش رہے) ورنہ کیا وجہ ہے کہ ارشاداتِ مذکورہ بالا میں انھیں ان سے افضل و بہتر کہا جاتا ہے (اور وہ بھی علی الاطلاق کسی جہت و حیثیت کی قید کے بغیر) اور ان (یعنی حضرت مولیٰ علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الاسنیٰ) کی افضلیت (اور ان کی ان حضرات پر تفضیل) کا بہ تاکید اکید (مؤکد در مؤکد) انکار کیا جاتا ہے حالانکہ ادنیٰ ولی، اعلیٰ ولی سے افضل نہیں ہوسکتا ہے۔ آخر دیکھئے حضرت امیر (مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم) کے خلفائے کرام میں حضرت سبطِ اصغر (سیدنا امام حسین) و جناب خواجہ حسن بصری کو تنزل ناسوتی ملا اور حضرت سبطِ اکبر (سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے کوئی سلسلہ جاری نہ ہوا حالانکہ قربِ ولایت امام مجتبیٰ (سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ولایت و قربِ خواجہ (حسن بصری) سے بالیقین اتم و اعلیٰ (برتر و بالا) اور ظاہر احادیث سے سبطِ اصغر شہزادۂ گلگوں قبا (شہیدِ کرب و بلا) پر بھی ان کا فضل ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

عقیدہ سابعہ ـــــــ مشاجراتِ صحابۂ کرام

حضرت مرتضوی (امیر المؤمنین سیدنا علی مرتضیٰ) رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جنھوں نے مشاجرات و منازعات کئے (اور اس حق مآب صائب الرائے کی رائے سے مختلف ہوئے اور ان اختلافات کے باعث ان میں جو واقعات رُونما ہوئے کہ ایک دوسرے کے مدِّمقابل آئے، مثلاً جنگِ جمل میں حضرت طلحہ و زبیر و صدیقہ عائشہ اور جنگِ صفین میں حضرت امیر معاویہ بمقابلہ مولےٰ علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنھم)۔

ہم اہلسنت ان میں حق، جانبِ جناب مولیٰ علی (مانتے) اور ان سب کو (مورد لغزش) بر غلط و خطا اور حضرت اسد اللّٰہی کو بدرجہا ان سے اکمل و اعلیٰ جانتے ہیں مگر بایں ہمہ بلحاظ احادیث مذکورہ (کہ ان حضرات کے مناقب و فضائل میں مروی ہیں) زبانِ طعن و تشنیع ان دوسروں کے حق میں نہیں کھولتے اور انھیں ان کے مراتب پر جو ان کے لئے شرع میں ثابت ہوئے رکھتے ہیں، کسی کو کسی پر اپنی ہوائے نفس سے فضیلت نہیں دیتے، اور ان کے مشاجرات میں دخل اندازی کو حرام جانتے ہیں، اور ان کے اختلافات

کو ابوحنیفہ و شافعی جیسا اختلاف سمجھتے ہیں۔ تو ہم اہلسنت کے نزدیک ان میں سے کسی ادنٰی صحابی پر بھی طعن جائز نہیں چہ جائیکہ اُمّ المومنین صدیقہ (عائشہ طیّبہ طاہرہ) رضی اللہ تعالٰی عنہا کی جناب رفیع (اور بارگاہِ وقیع) میں طعن کریں، حاشا! یہ اللہ و رسول کی جناب میں گستاخی ہے۔ اللہ تعالٰی ان کی تطہیر و برّیت (پاکدامنی وعفت اور منافقین کی بہتان تراشی سے برا‌ءت) میں آیات نازل فرمائے اور ان پر تہمت دھرنے والوں کو وعیدیں عذابِ الیم کی سنائے۔[1] حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم انھیں اپنی سب ازواجِ مطہرات میں زیادہ چاہیں، جہاں منہ رکھ کر عائشہ صدیقہ پانی پئیں حضور اُسی جگہ اپنا لبِ اقدس رکھ کر وہیں سے پانی پئیں؛ یوں تو حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم کی سب ازواج (مطہرات، طیّبات، طاہرات) دنیا و آخرت میں حضور ہی کی بیبیاں ہیں مگر عائشہ سے محبت کا یہ عالم ہے کہ ان کے حق میں ارشاد ہوا کہ یہ حضور کی بی بی ہیں دنیا و آخرت میں۔ حضرت خیرالنساء یعنی فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالٰی عنہا کو حکم ہوا ہے کہ فاطمہ! تو مجھ سے محبت رکھتی ہے تو عائشہ سے بھی محبت رکھ کہ میں اسے چاہتا ہوں۔ (چنانچہ صحیح مسلم میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم نے سیّدہ فاطمہ سے فرمایا:

اَیْ بُنَیّۃ! الستِ تحبّین ما احب؟ فقالت بلٰی۔ قال فاحبی ھٰذہٖ۔[2]
پیاری بیٹی! جس سے میں محبت کرتا ہُوں کیا تو اس سے محبت نہیں رکھتی؟ عرض کیا، بالکل یہی درست ہے (جسے آپ چاہیں میں ضرور اُسے چاہوں گی)۔ فرمایا، تب تو بھی عائشہ سے محبت رکھا کر)

سوال ہوا سب آدمیوں میں حضور کو کون محبوب ہیں؟ جواب عطا ہوا: "عائشہ"۔[3]

نوٹ: بریلی شریف سے شائع ہونے والے رسالہ میں مذکور کہ یہاں اصل میں بہت بیاض ہے؛ درمیان میں کچھ ناتمام سطریں ہیں مناسبتِ مقام سے جو کچھ فہم قاصر میں آیا بنا دیا ۱۲۔ اس فقیر نے ان اضافوں کو اصل عبارت سے ملا کر قوسین میں محدود کر دیا ہے تاکہ اصل و اضافہ میں امتیاز رہے اور ناظرین کو اس کا مطالعہ سہل ہو۔ اس میں غلطی ہو تو فقیر کی جانب منسوب کیا جائے۔ محمد خلیل عفی عنہ

[1] القرآن الکریم ۲۴/ ۱۹
[2] صحیح مسلم کتاب الفضائل فضائل عائشہ رضی اللہ عنہا قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۸۵
[3] صحیح البخاری ابواب مناقب اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم 〃 〃 〃 ۱/ ۵۱۷
صحیح مسلم باب فضائل ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ 〃 〃 〃 ۲/ ۲۷۳
مسند احمد بن حنبل عن عمرو بن العاص المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۲۰۳

(وہ عائشہ صدیقہ بنت الصدیق، اُمّ المومنین، جن کا محبوبۂ رب العالمین ہونا آفتابِ نیم روز سے روشن تر۔ وہ صدیقہ جن کی تصویر بہشتی حریر میں رُوح القدس خدمتِ اقدس سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم میں حاضر لائیں۔ وہ ام المومنین کہ جبریل امین باآں فضل مبین انھیں سلام کریں اور ان کے کاشانۂ عزّت و طہارت میں بے اذن لئے حاضر نہ ہوسکیں۔ وہ صدیقہ کہ اللہ عزّوجل وحی نہ بھیجے ان کے سوا کسی کے لحاف میں۔ وہ ام المومنین کہ مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم اگر سفر میں بے ان کے تشریف لے جائیں ان کی یاد میں "واعروساہ" فرمائیں۔ وہ صدیقہ کہ یوسف صدیق علیہ الصلوٰۃ والسلام کی برات و پاکدامنی کی شہادت اہلِ زلیخا سے ایک بچہ ادا کرے۔ بتول مریم کی تطہیر و عفّت مآبی روح اللہ کلمۃ اللہ فرمائیں، مگران کی برات، پاک طینتی، پاک دامنی و طہارت کی گواہی میں قرآن کریم کی آیاتِ کریمہ نزول فرمائیں۔ وہ ام المومنین کہ محبوب رب العالمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم ان کے پانی پینے میں دیکھتے رہیں کہ کوزے میں کس جگہ لب مبارک رکھ کر پانی پیا ہے حضور پُر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم اپنے لب ہائے مبارک وہیں رکھ کر پانی نوش فرمائیں۔ صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہا وعلٰی ابیہا و بارک وسلّم۔

آدمی اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر دیکھے اگر کوئی اس کی ماں کی توہین کرے اس پر بہتان اٹھائے یا اُسے بُرا بھلا کہے تو اس کا کیسا دشمن ہوجائے گا اُس کی صورت دیکھ کر آنکھوں میں خون اُتر آئے گا اور مسلمانوں کی مائیں یُوں بے قدر ہوں کہ کلمہ پڑھ کر ان پر طعن کریں تہمت دھریں اور مسلمان کے مسلمان بنے رہیں۔ لاحول ولا قوۃ الّا باللہ العلی العظیم)

اور زبیر و طلحہ ان سے بھی افضل کہ عشرہ مبشرہ سے ہیں۔ وہ (یعنی زبیر بن العوام) رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم کے پھوپھی زا دبھائی اور حواری (جاں باز، معاون و مددگار) اور یہ (یعنی طلحہ) رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم کے چہرہ انور کے لئے سپر۔ وقت جاں نثاری (جیسے ایک جاں نثار نڈر سپاہی سرفروش محافظ)۔

رہے امیر معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ تو اُن کا درجہ اُن سب کے بعد ہے۔

اور حضرت مولٰی علی (مرتضٰی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الاسنٰی) کے مقام رفیع (مراتب بلند و بالا) و شانِ منیع (عظمت و منزلتِ محکم و اعلا) تک تو ان سے وہ دور دراز منزلیں ہیں جن ہزاروں ہزار رہوار برق کردار (ایسے کشادہ و فراخ قدم گھوڑے جیسے بجلی کا کوندا) صبا رفتار (ہوا سے بات کرنیوالے، تیز رَو،

ل مسند احمد بن حنبل عن عائشۃ رضی اللہ عنہا المکتب الاسلامی بیروت ۶/۲۴۸

تیزگام) تھک رہیں اور قطع (مسافت) نہ کرسکیں۔

مگر فضلِ صحبت (وشرفِ صحابیت وفضل) وشرف سعادت خدائی دین ہے (جس سے مسلمان آنکھ بند نہیں کرسکتے تو ان پر لعن طعن یا ان کی توہین تنقیص کیسے گوارا رکھیں اور کیسے سمجھ لیں کہ مولٰی علی کے مقابلے میں انھوں نے جو کچھ کیا بربنائے نفسانیت تھا۔ صاحبِ ایمان مسلمان کے خواب وخیال میں بھی یہ بات نہیں آسکتی۔

ہاں ایک بات کہتے ہیں اور ایمان لگتی کہتے ہیں کہ ہم تو بحمد اللہ سرکار اہلبیت (کرام) کے غلامان خانہ زاد ہیں (اور موروثی خدمت گار، خدمت گزار) ہمیں (امیر) معاویہ (رضی اللہ تعالٰی عنہ) سے کیا رشتہ، خدانخواستہ ان کی حمایت بے جا کریں مگر ہاں اپنی سرکار کی طرفداری (اور امرِ حق میں ان کی حمایت وپاسداری) اور ان (حضرت امیر معاویہ) کا (خصوصًا) الزامِ بدگویاں (اور دریدہ دہنوں، بدزبانوں کی تہمتوں) سے بری رکھنا منظور ہے کہ ہمارے شہزادۂ اکبر حضرت سبط (اکبر، حسن) مجتبٰے رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حسبِ بشارت اپنے جدِّ امجد سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعد اختتامِ مدت (خلافت راشدہ کہ منہاجِ نبوت پر تیس سال رہی اور سیدنا امام حسن مجتبٰے رضی اللہ تعالٰی کے چھ ماہ مدتِ خلافت پر ختم ہوئی) عین معرکۂ جنگ میں (ایک فوج جرار کی ہمراہی کے باوجود) ہتھیار رکھ دیئے (بالقصد والاختیار) اور ملک (اور امورِ مسلمین کا انتظام وانصرام) امیر معاویہ کو سپرد کردیا (اور ان کے ہاتھ پر بیعت اطاعت فرمالی) اگر امیر معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ العیاذ باللہ کافر یا فاسق تھے یا ظالم جائر تھے یا غاصب جابر تھے (ظلم وجور پر کمربستہ) تو الزام امام حسن پر آتا ہے کہ اُنھوں نے کاروبارِ مسلمین وانتظام شرع ودین باختیارِ خود (بلاجبر واکراہ بلاضرورت شرعیہ، باوجود مقدرت) ایسے شخص کو تفویض فرمادیا (اور اس کی تحویل میں دے دیا) اور خیر خواہیِ اسلام کو معاذ اللہ کام نہ فرمایا (اس سے ہاتھ اٹھالیا) اگر مدتِ خلافت ختم ہوچکی تھی اور آپ (خود) بادشاہت منظور نہیں فرماتے تھے) تو صحابۂ حجاز میں کوئی اور قابلیتِ نظم ونسقِ دین نہ رکھتا تھا جو انھیں کو اختیار کیا (اور انھیں کے ہاتھ پر بیعتِ اطاعت کرلی) حاش للہ بلکہ یہ بات خود رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تک پہنچتی ہے کہ حضور نے اپنی پیش گوئی میں ان کے اس فعل کو پسند فرمایا اور ان کی سیادت کا نتیجہ ٹھہرایا کما فی صحیح البخاری (جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے) صادق ومصدوق صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے امام حسن رضی اللہ تعالٰی عنہ کی نسبت فرمایا:

ان ابنی ھذا سید لعل اللہ ان یصلح بہ بین فئتین عظیمتین من المسلمین۔[1]

---

[1] صحیح البخاری کتاب الصلح باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم للحسن الخ ومناقب الحسن والحسین قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۷۳ و ۵۳۰

(”میرا یہ بیٹا سیّد ہے، سیادت کا علمبردار) میں امید کرتا ہوں کہ اللہ عزوجل اس کے باعث دو بڑے گروہِ اسلام میں صُلح کرادے۔“

آیۂ کریمہ کا ارشاد ہے:

ونزعنا مافی صدورھم من غل[1]

اور ہم نے ان کے سینوں میں سے کینے کھینچ لئے۔

”جو دنیا میں ان کے درمیان تھے اور طبیعتوں میں جو کدورت و کشیدگی تھی اسے رفق و الفت سے بدل دیا اور اُن میں آپس میں نہ باقی رہی مگر مودت و محبت۔“

اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی کہ آپ نے فرمایا کہ ”ان شاء اللہ تعالٰی میں اور عثمان اور طلحہ و زبیر ان میں سے ہیں جن کے حق میں اللہ تعالٰی نے یہ ارشاد فرمایا کہ نزعنا الآیۃ۔“

حضرت مولیٰ علی کے اس ارشاد کے بعد بھی ان پر الزام دینا عقل و خرد سے جنگ ہے، مولیٰ علی سے جنگ ہے، اور خدا اور رسول سے جنگ ہے۔ والعیاذ باللہ۔

جب کہ تاریخ کے اوراق شاہد عادل ہیں کہ حضرت زبیر کو جونہی اپنی غلطی کا احساس ہوا انھوں نے فوراً جنگ سے کنارہ کشی کرلی۔

اور حضرت طلحہ کے متعلق بھی روایات میں آتا ہے کہ انھوں نے اپنے ایک مددگار کے ذریعے حضرت مولیٰ علی سے بیعت اطاعت کرلی تھی۔

اور تاریخ سے ان واقعات کو کون چھپا سکتا ہے کہ جنگِ جمل ختم ہونے کے بعد حضرت مولیٰ علی مرتضیٰ نے حضرت عائشہ کے برادر معظم محمد بن ابی بکر کو حکم دیا کہ وہ جائیں اور دیکھیں کہ حضرت عائشہ کو خدانخواستہ کوئی زخم وغیرہ تو نہیں پہنچا۔ بلکہ بعجلت تمام خود بھی تشریف لے گئے اور پوچھا: ”آپ کا مزاج کیسا ہے؟“

انھوں نے جواب دیا: ”الحمد للہ اچھی ہوں۔“

مولیٰ علی نے فرمایا: ”اللہ تعالٰی آپ کی بخشش فرمائے۔“

حضرت صدّیقہ نے جواب دیا: ”اور تمھاری بھی۔“

پھر مقتولین کی تجہیز و تکفین سے فارغ ہوکر حضرت مولیٰ نے حضرت صدّیقہ کی واپسی کا انتظام کیا اور پورے اعزاز و اکرام کے ساتھ محمد بن ابی بکر کی نگرانی میں چالیس معزز عورتوں کے جھرمٹ میں ان کو

---

[1] القرآن الکریم ۷/۴۳

جانب حجاز رخصت کیا۔ خود حضرت علی نے دُور تک مشایعت کی، ہمراہ رہے۔ امام حسن میلوں تک ساتھ گئے۔ چلتے وقت حضرت صدیقہ نے مجمع میں اقرار فرمایا کہ "مجھ کو علی سے نہ کسی قسم کی کدورت پہلے تھی اور نہ اب ہے، ہاں ساس، داماد (یا دیور، بھاوج) میں کبھی کبھی جو بات ہوجایا کرتی ہے اس سے مجھے انکار نہیں۔"

حضرت علی نے یہ سُن کر ارشاد فرمایا: "لوگو! حضرت عائشہ سچ کہہ رہی ہیں خدا کی قسم مجھ میں اور ان میں اس سے زیادہ اختلاف نہیں ہے، بہرحال خواہ کچھ ہو یہ دنیا و آخرت میں تمہارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی زوجہ ہیں (اور ام المؤمنین)۔"

اللہ اللہ! ان یارانِ پیکرِ صدق وصفا میں باہمی یہ رفق ومودّت اور عزّت واکرام، اور ایک دوسرے کے ساتھ یہ معاملۂ تعظیم واحترام، اور ان عقل سے بیگانوں اور نادان دوستوں کی حمایتِ علی کا یہ عالم کہ ان پر لعن طعن کو اپنا مذہب اور اپنا شعار بنائیں اور اُن سے کدورت ودشمنی کو مولٰی علی سے محبت وعقیدت ٹھہرائیں، ولاحول ولاقوۃ الاباللہ العلی العظیم۔

مسلمانانِ اہلسنّت اپنا ایمان تازہ کرلیں اور سُن رکھیں کہ اگر صحابۂ کرام کے دلوں میں کھوٹ، نیتوں میں فتور اور معاملات میں فتنہ وفساد ہو تو رضی اللہ عنہم کے کوئی معنٰی ہی نہیں ہوسکتے۔

صحابۂ کرام کے عنداللہ مرضی و پسندیدہ ہونے کے معنی یہی تو ہیں کہ وہ مولائے کریم ان کے ظاہر وباطن سے راضی، ان کی نیتوں اور ما فی الضمیر سے خوش ہے اور ان کے اخلاق واعمال بارگاہِ عزّت میں پسندیدہ ہیں۔ اسی لئے ارشاد فرمایا ہے کہ:

ولٰکن اللہ حبّب الیکم الایمان وزیّنہ فی قلوبکم[1] الآیۃ۔

"یعنی اللہ تعالٰی نے تمہیں ایمان پیارا کردیا ہے اور اسے تمہارے دلوں میں آراستہ کردیا ہے اور کفر اور حکم عدولی اور نافرمانی تمہیں ناگوار کردی ہے۔"

اب جو کوئی اس کے خلاف کہے اپنا ایمان خراب کرے اور اپنی عاقبت برباد۔ والعیاذ باللہ۔

عقیدۂ ثامنہ ـــــ امامت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

نبی کریم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی نیابتِ مطلقہ کو امامتِ کُبرٰی اور اس منصبِ عظیم پر فائز

---

[1] القرآن الکریم ۴۹/ ۷

ہونے والے کو امام کہتے ہیں۔

امام المسلمین حضور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی نیابت سے مسلمانوں کے تمام امور دینی و دنیوی میں حسب شرع تصرف عام کا اختیار رکھتا ہے اور غیر معصیت میں اس کی اطاعت تمام جہان کے مسلمانوں پر فرض ہوتی ہے۔

اس امام کے لئے مسلمان آزاد، عاقل، بالغ، قادر، قرشی ہونا شرط ہے۔ ہاشمی علوی اور معصوم ہونا اس کی شرط نہیں۔ ان کا شرط کرنا روافض کا مذہب ہے جس سے ان کا مقصد یہ ہے کہ برحق امرائے مومنین خلفائے ثلٰثہ ابوبکر صدیق و عمر فاروق و عثمان غنی رضی اللہ تعالٰے عنہم کو خلافت رسول سے جدا کر دیں۔ حالانکہ اُن کی خلافتوں پر تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کا اجماع ہے۔ مولٰی علی کرم اللہ وجہہ الکریم و حضرات حسنین رضی اللہ تعالٰے عنہما نے اُن کی خلافتیں تسلیم کیں، اور علویت کی شرط نے تو مولٰی علی کو بھی خلیفہ ہونے سے خارج کر دیا۔ مولا علی کیسے علوی ہو سکتے ہیں۔ رہی عصمت تو یہ انبیاء و ملائکہ کا خاصہ ہے امام کا معصوم ہونا روافض کا مذہب ہے۔ (بہارِ شریعت)

ہم مسلمانانِ اہلسنت وجماعت کے نزدیک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد (خلافت و امامتِ صدیقِ اکبر (رضی اللہ تعالٰے عنہ) بالقطع التحقیق (قطعاً، یقیناً، تحقیقاً) حقہ راشدہ ہے (ثابت و درست، رُشد و ہدایت پر مبنی) نہ غاصبہ جائرہ (کہ غصب یا جَور و جبر سے حاصل کی گئی) رحمت و رافت (مہربانی و شفقت) حسنِ سیادت (بہتر و لائق تر امارت) و لحاظِ مصلحت (تمام مصلحتوں سے ملحوظ) و حمایتِ ملت (شریعت کی حمایتوں سے معمور) و پناہ امت سے مزیّن (آراستہ و پیراستہ) اور عدل و داد (انصاف و برابری) و صدق و سداد (راستی و درستی) و رشد و ارشاد (راست روی و حق نمائی) و قطع فساد و قمع اہل ارتداد (مرتدین کی بیخ کنی) سے محلّٰی (سنواری ہوئی) اول تلویحات و تصریحات (روشن و صریح ارشادات) سید الکائنات علیہ وعلٰی آلہٖ افضل الصلوات والتحیات اس بارے میں بہ کثرت وارد۔

دوسرے خلافت اس جناب تقوٰی مآب کی باجماعِ صحابہ واقع ہوئی۔ (اور آپ کا حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد تختِ خلافت پر جلوس فرمانا، فرامین و احکام جاری کرنا، ممالک اسلامیہ کا نظم و نسق سنبھالنا، اور تمام امورِ مملکت و رزم و بزم کی باگیں اپنے دستِ حق پرست میں لینا وہ تاریخی واقعہ مشہور و متواتر اظہر من الشمس ہے، جس سے دنیا میں موافق مخالف حتّٰی کہ نصارٰی و یہود و مجوس و ہنود کسی کو انکار نہیں۔ اور ان محبانِ خدا و نوابانِ مصطفٰے صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ابدًا ابدائے شیعانِ علی "

کو زیادہ عداوت کا مبنیٰ یہی ہے کہ ان کے زعمِ باطل میں استحقاقِ خلافت حضرت مولیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الاسنیٰ میں منحصر تھا۔

جب بحکمِ الٰہی خلافتِ راشدہ، اوّل ان تین سرداران مومنین کو پہنچی روافض نے انھیں معاذ اللہ مولیٰ علی کا حق چھیننے والا اور ان کی خلافت و امامت کو غاصبہ جائرہ ٹھہرایا۔

اتنا ہی نہیں بلکہ تقیہ شقیہ کی تہمت کی بدولت حضرت اسد اللہ غالب کو عیاذاً باللہ سخت نامرد و بزدل و تارکِ حق و مطیع باطل ٹھہرایا۔ ع

دوستیٔ بے خرداں دشمنی ست

(بے عقلوں کی دوستی دشمنی ہوتی ہے)

(الغرض آپ کی امامت و خلافت پر تمام صحابہ کرام کا اجماع ہے) اور باطل پر اجماعِ امت (خصوصاً اصحابِ حضرتِ رسالت علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والتحیۃ کا) ممکن نہیں (اور مان لیا جائے تو غصب و ظلم پر اتفاق سے عیاذاً باللہ سب فساق ہوئے، اور یہی لوگ حاملانِ قرآنِ مبین و راویانِ دینِ متین ہیں، جو انھیں فاسق بتائے اپنے لئے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک دوسرا سلسلہ پیدا کرے یا ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ اسی طرح ان کے بعد خلافتِ فاروق، پھر امامتِ ذی النورین، پھر جلوہ فرمائیِ ابوالحسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین)

عقیدۂ تاسعہ[9] ــــــ ضروریاتِ دین

نصوصِ قرآنیہ (اپنی مراد پر واضح آیاتِ فرقانیہ) و احادیثِ مشہورہ متواترہ (شہرت اور تواتر سے مؤید) و اجماعِ امت مرحومہ مبارکہ (کہ یہ قصرِ شریعت کے اساسی ستون ہیں اور شبہات و تاویلات سے پاک، ان میں سے ہر دلیل قطعی، یقینی، واجب الاذعان والثبوت، ان) سے جو کچھ دربارۂ الوہیت (ذات و صفاتِ باری تعالیٰ) و رسالت (و نبوت انبیاء و مرسلین، وحی رب العلمین) (و کتب سماوی، و ملائکہ و جن و بعث و حشر و نشر و قیامِ قیامت، قضاء و قدر) و ماکان و مایکون (جملہ ضروریاتِ دین) ثابت (اور ان دلائل قطعیہ سے مدلل، ان براہین واضحہ سے مبرہن) سب حق ہے اور ہم سب پر ایمان لائے۔

جنت اور اس کے جانفزا احوال (کہ لاعینٌ رأت ولا اُذنٌ سمعت ولا خطر ببال احدٍ[1] وہ عظیم نعمتیں

[1] صحیح البخاری کتاب التفسیر تحت آیۃ ۳۲/۱۷ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۷۰۴
جامع الترمذی ابواب التفسیر سورۃ السجدۃ امین کمپنی دہلی ۲/۱۵۱
سنن ابن ماجہ ابواب الزھد باب صفۃ الجنۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۳۱

وہ نعیم عظمتیں اور جان و دل کو مرغوب و مطلوب وہ لذتیں جن کو نہ آنکھوں نے دیکھا نہ کانوں نے سُنا، اور نہ کسی کے دل پر اُن کا خطرہ گزرا) دوزخ اور اس کے جاں گزا حالات (کہ وہ ہر تکلیف واذیت جو ادراک کی جائے اور تصور میں لائی جائے، ایک ادنٰی حصہ ہے اس کے بے انتہا عذاب کا، والعیاذ باللہ) قبر کے نعیم و عذاب (کہ وہ جنت کی کیاریوں میں سے ایک کیاری ہے یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا) منکر نکیر سے سوال وجواب روزِ قیامت حساب وکتاب ووزنِ اعمال (جس کی حقیقت اللہ جانے اور اس کا رسول) وکوثر (کہ میدانِ حشر کا ایک حوض ہے اور جنت کا طویل وعریض چشمہ) وصراط (بال سے زیادہ باریک، تلوار سے زیادہ تیز، پشتِ جہنم پر ایک پُل) وشفاعۃ عصاۃ اہل کبائر (یعنی گنہگارانِ اُمتِ مرحومہ کہ کبیرہ گناہوں میں ملوث رہے ان کے لئے سوالِ بخشش) اور اس کے سبب اہلِ کبائر کی نجات الٰی غیر ذالک من الواردات سب حق (ہے اور سب ضروری القبول) جبر وقدر باطل (اپنے آپ کو مجبورِ محض یا بالکل مختار سمجھنا دونوں گمراہی) ولکن امرٌ بین امرین (اختیارِ مطلق اور جبرِ محض کے بین بین راہِ سلامتی اور اس میں زیادہ غور وفکر سببِ ہلاکت، صدیق وفاروق رضی اللہ تعالٰی عنہما اس مسئلہ میں بحث کرنے سے منع فرمائے گئے، ما وشما کس گنتی میں) جو بات ہماری عقل میں نہیں آتی (اس میں خواہ مخواہ نہیں الجھتے اور اپنی اندھی اوندھی عقل کے گھوڑے نہیں دوڑاتے بلکہ) اس کو موکول بخدا کرتے (اللہ عزوجل کو سونپتے کہ واللہ اعلم بالصواب) اور اپنا نصیبہ اٰمنّا بہٖ کُلٌّ من عند ربنا[1] بناتے ہیں (کہ سب کچھ حق کی جانب سے ہے سب حق ہے اور سب پر ہمارا ایمان) ؎

مصطفٰی اندر میاں آنگہ کہ می گوید بعقل | آفتاب اندر جہاں آنگہ کہ می جوید سہا[2]

(مصطفٰی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم تشریف فرما ہوں تو اپنی عقل سے کون بات کرتا ہے
سورج دنیا میں جلوہ گر ہو تو چھوٹے سے ستارے کو کون ڈھونڈتا ہے۔ ت)

(قال الرضا) ؎

عرش پہ جاکے مرغِ عقل تھک کے گرا غش آگیا | اور ابھی منزلوں پرے، پہلا ہی آستان ہے[3]

یاد رکھنا چاہیے کہ وحی الٰہی کا نزول، کتبِ آسمانی کی تنزیل، جن وملائکہ، قیامت وبعث، حشر ونشر،

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۷

[2]

[3] حدائق بخشش مکتبہ رضویہ کراچی حصہ اول ص ۷۹

حساب وکتاب، ثواب وعذاب اور جنّت و دوزخ کے وہی معنیٰ ہیں جو مسلمانوں میں مشہور ہیں اور جن پر صدرِ اسلام سے اب تک چودہ۱۴سو سال کے کافہ مسلمین ومومنین دوسرے ضروریاتِ دین کی طرح ایمان رکھتے چلے آ رہے ہیں مسلمانوں میں مشہور ہیں۔

جو شخص ان چیزوں کو توحق کہے اور ان لفظوں کا تو اقرار کرے مگر ان کے نئے معنیٰ گھڑے مثلاً یوں کہے کہ جنّت و دوزخ وحشر ونشر و ثواب وعذاب سے ایسے معنی مراد ہیں جو ان کے ظاہر الفاظ سے سمجھ میں نہیں آتے یعنی ثواب کے معنی اپنے حسنات کو دیکھ کر خوش ہونا۔ اور عذاب' اپنے بُرے اعمال کو دیکھ کر غمگین ہونا ہیں۔ یا یہ کہ وہ روحانی لذتیں اور باطنی معنی ہیں وُہ کافر ہے کیونکہ ان امور پر قرآن پاک اور حدیث شریف میں کھُلے ہوئے روشن ارشادات موجود ہیں۔

یُوننہی یہ کہنا بھی یقیناً کفر ہے کہ پیغمبروں نے اپنی اپنی اُمتوں کے سامنے جو کلام، کلامِ الٰہی بتا کر پیش کیا وہ ہرگز کلامِ الٰہی نہ تھا بلکہ وُہ سب انھیں پیغمبروں کے دلوں کے خیالات تھے جو فوارے کے پانی کی طرح انھیں کے قلوب سے جوش مار کر نکلے اور پھر انھیں کے دِلوں پر نازل ہو گئے۔

یونہی یہ کہنا کہ نہ دوزخ میں سانپ، بچھّو اور زنجیریں ہیں اور نہ وُہ عذاب جن کا ذکر مسلمانوں میں رائج ہے۔ نہ دوزخ کا کوئی وجود خارجی ہے بلکہ دنیا میں اللہ تعالےٰ کی نافرمانی سے جو کلفت روح کو ہوتی تھی بس اسی روحانی اذیت کا اعلیٰ درجہ پر محسوس ہونا اسی کا نام دوزخ اور جہنم ہے۔ یہ سب کفر قطعی ہے۔

یُونہی یہ سمجھنا کہ جنّت میں میوے ہیں نہ باغ، نہ محل ہیں نہ نہریں ہیں، نہ حُوریں ہیں، نہ غلمان ہیں، نہ جنّت کا کوئی وجود خارجی ہے بلکہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی جو راحت روح کو ہوتی تھی بس اسی روحانیت کا اعلیٰ درجہ پر حاصل ہونا اسی کا نام جنت ہے، یہ بھی قطعاً یقیناً کفر ہے۔

یونہی یہ کہنا کہ اللہ عزّ وجل نے قرآن عظیم میں جن فرشتوں کا ذکر فرمایا ہے نہ ان کا کوئی اصل وجود ہے نہ اُن کا موجود ہونا ممکن ہے، بلکہ اللہ تعالےٰ نے اپنی ہر ہر مخلوق میں جو مختلف قسم کی قوتیں رکھی ہیں جیسے پہاڑوں کی سختی، پانی کی روانی، نباتات کی فزونی، بس انھیں قوتوں کا نام فرشتہ ہے، یہ بھی بالقطع والیقین کفر ہے۔

یونہی جنّ وشیاطین کے وجود کا انکار اور بدی کی قوت کا نام جن یا شیطان رکھنا کفر ہے' اور ایسے اقوال کے قائل یقیناً کافر اور اسلامی برادری سے خارج ہیں۔

فائدۂ جلیلہ

مانی ہوئی باتیں چار قسم ہوتی ہیں،

(۱) **ضروریاتِ دین** ان کا ثبوت قرآن عظیم یا حدیثِ متواتر یا اجماعِ قطعی قطعیات الدلالات واضحۃ الافادات سے ہوتا ہے جن میں نہ شبہے کی گنجائش نہ تاویل کو راہ۔ اور ان کا منکر یا ان میں باطل تاویلات کا مرتکب کافر ہوتا ہے۔

(۲) **ضروریاتِ مذہبِ اہلِ سنّت وجماعت** ان کا ثبوت بھی دلیل قطعی سے ہوتا ہے مگر ان کے قطعی الثبوت ہونے میں ایک نوعِ شبہہ اور تاویل کا احتمال ہوتا ہے اسی لئے ان کا منکر کافر نہیں بلکہ گمراہ بدمذہب، بددین کہلاتا ہے۔

(۳) **ثابتاتِ محکمہ** ان کے ثبوت کو دلیل ظنی کافی، جبکہ اس کا مفاد اکبرائے ہو کر جانب خلاف کو مطروح ومضمحل اور التفاتِ خاص کے ناقابل بنادے۔ اس کے ثبوت کے لئے حدیث احاد، صحیح یا حسن کافی، اور قول سوادِ اعظم وجمہور علماء کا سندِ وافی، فان ید اللہ علی الجماعۃ (اللہ تعالٰی کا دستِ قدرت جماعت پر ہوتا ہے۔ ت)

ان کا منکر وضوحِ امر کے بعد خاطی وآثم خطا کار وگنہگار قرار پاتا ہے، نہ بددین وگمراہ نہ کافر و خارج از اسلام۔

(۴) **ظنّیاتِ محتملہ** ان کے ثبوت کے لئے ایسی دلیل ظنی بھی کافی، جس نے جانبِ خلاف کیلئے بھی گنجائش رکھی ہو۔ ان کے منکر کو صرف مخطی وقصوروار کہا جائے گا نہ گناہگار، چہ جائیکہ گمراہ، چہ جائیکہ کافر۔

ان میں سے ہر بات اپنے ہی مرتبے کی دلیل چاہتی ہے جو فرقِ مراتب نہ کرے، اور ایک مرتبے کی بات کو اس سے اعلٰی درجے کی دلیل مانگے وہ جاہل بیوقوف ہے یا مکّار فیلسوف ع

ہر سخن وقتے ہر نکتہ مقامے دارد

(ہر بات کا کوئی وقت اور ہر نکتے کا کوئی خاص مقام ہوتا ہے۔ ت)

اور ع

گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی

(اگر تُو مراتب کے فرق کو ملحوظ نہ رکھے تو زندیق ہے۔ ت)

اور بالخصوص قرآنِ عظیم بلکہ حدیث ہی میں تصریحِ صریح ہونے کی تو اصلاً ضرورت نہیں حتیٰ کہ مرتبہ اعلیٰ اعنی ضروریاتِ دین میں بھی۔

بہت باتیں ضروریاتِ دین سے ہیں جن کا منکر یقیناً کافر مگر بالتصریح ان کا ذکر آیات و احادیث میں نہیں، مثلاً باری عزّوجل کا جہل محال ہونا۔

قرآنِ عظیم میں اللہ عزّوجل کے علم و احاطہ کا لاکھ جگہ ذکر ہے مگر امتناع و امکان کی بحث کہیں نہیں پھر کیا جو شخص کہے کہ واقع میں تو بیشک اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے عالم الغیب والشہادۃ ہے، کوئی ذرہ اس کے علم سے چھپا نہیں۔

مگر ممکن ہے کہ جاہل ہو جائے تو کیا وہ کافر نہ ہوگا کہ اس کے امکان کا سلبِ صریح قرآن میں مذکور نہیں۔ حاش للہ! ضرور کافر ہے اور جو اسے کافر نہ کہے خود کافر، تو جب ضروریاتِ دین ہی کے ہر جزئیہ کی تصریح صریح، قرآن و حدیث میں ضرور نہیں تو ان سے اُتر کر اور کسی درجے کی بات پر یہ مرچڑا پن کہ ہمیں تو قرآن ہی میں دکھاؤ ورنہ ہم نہ مانیں گے نِری جہالت ہے یا صریح ضلالت۔ مگر جنون و تعصب کا علاج کسی کے پاس نہیں۔

توخوب کان کھول کر سُن لو اور لوحِ دل پر نقش رکھو کہ جسے کہتا سنو "ہم اماموں کا قول نہیں جانتے ہمیں تو قرآن و حدیث چاہیے" جان لو کہ یہ گمراہ ہے۔ اور جسے کہتا سنو کہ "ہم حدیث نہیں جانتے ہمیں صرف قرآن درکار ہے" سمجھ لو کہ یہ بددین، دینِ خدا کا بدخواہ ہے۔

مسلمانو! تم ان گمراہوں کی ایک نہ سُنو، اور جب تمھیں قرآن میں شُبہہ ڈالیں تم حدیث کی پناہ لو۔ اگر حدیث میں این و آں نکالیں تم ائمۂ دین کا دامن پکڑو۔ اس درجے پر آکر حق و باطل صاف کُھل جائے گا اور ان گمراہوں کا اُڑایا ہُوا سارا غبار حق کے برستے ہوئے بادلوں سے دُھل جائے گا اور اس وقت یہ ضالّ مضلّ طائفے بھاگتے نظر آئیں گے کاَنَّھم حمرٌ مستنفرۃ فرت من قسورۃ [1] (گویا وہ بھڑکے ہُوئے گدھے ہوں کہ شیر سے بھاگے ہوں)۔ (الصارم الربانی ملخصاً)

عقیدۂ عاشرہ [10] ـــــ شریعت و طریقت

شریعت و طریقت، دو راہیں متباین نہیں (کہ ایک دوسرے سے جدا اور ایک دوسرے کے خلاف ہوں) بلکہ بے اتباعِ شریعت، خدا تک وصول محال۔ شریعت تمام احکامِ جسم و جان و روح و قلب

---

[1] القرآن الکریم ۷۴/ ۵۰ و ۵۱

وجملہ علوم الٰہیہ و معارفِ نامتناہیہ کو جامع ہے جن میں سے ایک ایک ٹکڑے کا نام طریقت و معرفت ہے والہٰذا باجماعِ قطعی جملہ اولیائے کرام کے تمام حقائق کو شریعتِ مطہرہ پر عرض کرنا فرض ہے۔ اگر شریعت کے مطابق ہوں حق و قبول ہیں ورنہ مردود و مخذول (مطرود و نامقبول)۔

(تو یقیناً قطعاً شریعت ہی اصل کار ہے، شریعت ہی مناط و مدار ہے شریعت ہی محک و معیار ہے اور حق و باطل کے پرکھنے کی کسوٹی۔

شریعت راہ کو کہتے ہیں اور شریعت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ کا ترجمہ ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی راہ۔ اور یہ قطعاً عام و مطلق ہے نہ کہ صرف چند احکام جسمانی سے خاص۔

یہی وہ راہ ہے کہ پانچوں وقت، ہر نماز ہر رکعت میں اس کا مانگنا اور اس پر صبر و استقامت کی دعا کرنا ہر مسلمان پر واجب فرمایا ہے کہ "اھدنا الصراط المستقیم"[1] (ہم کو سیدھا راستہ چلا) ہم کو محمد صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی راہ پر چلا، ان کی شریعت پر ثابت قدم رکھ۔

یونہی طریق، طریقہ، طریقت راہ کو کہتے ہیں نہ کہ پہنچ جانے کو۔ تو یقیناً طریقت بھی راہ ہی کا نام ہے اب اگر وہ شریعت سے جدا ہو تو بشہادتِ قرآن عظیم خدا تک نہ پہنچائے گی بلکہ شیطان تک جنت تک نہ لے جائے گی بلکہ جہنم میں کہ شریعت کے سوا سب راہوں کو قرآن عظیم باطل و مردود فرما چکا۔

لاجَرَم ضرور ہوا کہ طریقت یہی شریعت ہے اسی راہ روشن کا ٹکڑا ہے، اس کا اس سے جدا ہونا محال و ناسزا ہے۔ جو اسے شریعت سے جدا مانتا ہے اسے راہِ خدا سے توڑ کر راہِ ابلیس مانتا ہے مگر حاشا، طریقتِ حقہ راہِ ابلیس نہیں قطعاً راہِ خدا ہے) نہ بندہ کسی وقت کیسی ہی ریاضات و مجاہدات بجالائے (کیسی ہی ریاضتوں، مجاہدوں اور چلہ کشیوں میں وقت گزارا جائے) اس رتبہ تک پہنچے کہ تکالیف شرع (شریعت و مطہرہ کے فرامین و احکامِ امر و نہی) اس سے ساقط ہو جائیں اور اسے اسپ بے لگام و شتر بے زمام کر کے چھوڑ دیا جائے۔

(قرآن عظیم میں فرمایا:

ان ربی علی صراط مستقیم[2]

بیشک اسی سیدھی راہ پر میرا رب ملتا ہے۔

---

[1] القرآن الکریم ۱/ ۵

[2] " " ۱۱/ ۵۶

اور فرمایا:

وأنّ ھٰذا صراطی مستقیما فاتبعوہ ولا تتبعوا السبل[1] الاٰیۃ۔

شروع رکوع سے احکامِ شریعت بیان کرکے فرماتا ہے "اور اے محبوب! تم فرمادو کہ یہ شریعت میری سیدھی راہ ہے تو اس کی پیروی کرو اور اس کے سوا اور راستوں کے پیچھے نہ لگ جاؤ کہ وہ تمھیں خدا کی راہ سے جُدا کردیں گے۔"

دیکھو قرآن عظیم نے صاف فرمادیا کہ شریعت ہی صرف وہ راہ ہے جس کا منتہا اللہ ہے، اور جس سے وصول الی اللہ ہے۔ اس کے سوا آدمی جو راہ چلے گا اللہ کی راہ سے دُور پڑے گا۔"

طریقت میں جو کچھ منکشف ہوتا ہے شریعت ہی کے اتباع کا صدقہ ہے ورنہ بے اتباعِ شرع بڑے بڑے کشف راہبوں، جوگیوں، سنیاسیوں کو دیے جاتے ہیں، پھر وہ کہاں تک لے جاتے ہیں اسی نارِ جحیم و عذابِ الیم تک پہنچاتے ہیں۔ (مقال العرفا)

صوفی وہ ہے کہ اپنے ہوا (اپنی خواہشوں، اپنی مرادوں) کو تابع شرع کرے (بے اتباع شرع کسی خواہش پر نہ لگے) نہ وہ کہ ہوا (و ہوس اور نفسانی خواہشوں) کی خاطر شرع سے دست بردار ہو (اور اتباعِ شریعت سے آزاد) شریعت غذا ہے اور طریقت قوت، جب غذا ترک کی جائے گی قوت آپ زوال پائے گی، شریعت آنکھ ہے اور طریقت نظر (اور) آنکھ پھوٹ کر نظر (کا باقی رہنا) غیر متصور (عقل سلیم قبول نہیں کرتی تو شریعتِ مطہرہ میں کب مقبول و معتبر) بعد از وصول (منزل) اگر اتباعِ شریعت سے بے پروائی ہوتی (اور احکامِ شرع کا اتباع لازم و ضرور نہ رہتا یا بندہ اس میں مختار رہتا) تو سیّد العالمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور امام الواصلین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہٗ اس کے ساتھ احق ہوتے (اور ترکِ بندگی و اتباعِ شرع کے باب میں سب سے مقدم و پیش رفت) نہیں (یہ بات نہیں اور ہرگز نہیں) بلکہ جس قدر قرب (حق) زیادہ ہوتا ہے شرع کی باگیں اور زیادہ سخت ہوتی جاتی ہیں (کہ) حسنات الابرار سیئات المقربین[2] (ابرار کی نیکیاں بھی مقربین کے لئے عیب ہوتی ہیں)

ع نزدیکاں رابیش بود حیرانی

(قریب والوں کو حیرت زیادہ ہوتی ہے)

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۱۵۳

[2] کشف الخفاء حدیث ۱۱۳۵ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۳۱۸

اور ؎

جن کے رتبے ہیں سوا ان کو سوا مشکل ہے

آخرنہ دیکھا کہ سید المعصومین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رات، رات بھر عبادات ونوافل میں مشغول اور کارِ امت کے لئے گریاں وملول رہتے۔ نمازِ پنجگانہ تو حضور پر فرض تھی ہی نمازِ تہجد کا ادا کرنا بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر لازم بلکہ فرض قرار دیا گیا جب کہ اُمّت کے لئے وہی سنّت کی سنّت ہے۔

حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا گیا کہ کچھ لوگ زعم کرتے ہیں کہ احکامِ شریعت تو وصول کا ذریعہ تھے اور ہم واصل ہو گئے یعنی اب ہمیں شریعت کی کیا حاجت۔ فرمایا "وہ سچ کہتے ہیں، واصل ضرور ہوئے مگر کہاں تک؟ جہنم تک۔

چور اور زانی ایسے عقیدے والوں سے بہتر ہیں اگر ہزار برس جیوں تو فرائض وواجبات تو بڑی چیز ہیں، جو نوافل ومستحبات مقرر کر دیے ہیں بے عذرِ شرعی ان میں کچھ کم نہ کروں۔"

تو خلق پر تمام راستے بند ہیں مگر وہ جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے نشانِ قدم کی پیروی کرے ؎

خلافِ پیمبر کسے راہ گزید   کہ ہرگز بہ منزل نخواہد رسید[۱]

(جس کسی نے پیغمبر صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے خلاف راستہ اختیار کیا ہرگز منزلِ مقصود پر نہ پہنچے گا)

توہینِ شریعت کفر (اور علمائے دین کو سب وشتم، آخرت میں فضیحت ورسوائی کا موجب) اور اس کے دائرہ سے خروج فسق (ونافرمانی) صوفی (تقوٰی شعار) صادق (العمل) عالم سُنّی صحیح العقیدہ پر خدا اور رسول کے فرمان (واجب الاذعان کے مطابق) ہمیشہ یہ عقیدت رکھتا ہے کہ (یہاں اصل میں بیاض ہے) (علمائے شرعِ مبین وارثانِ خاتم النبیین ہیں اور علوم شریعت کے نگہبان وعلمبردار، تو ان کی تعظیم وتکریم صاحبِ شریعت صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی تعظیم وتکریم ہے اور اس پر دین کا مدار) اور عالمِ متدین خدا طلب (خدا پرست، خدا ترس، خدا آگاہ) ہمیشہ صوفی سے (یہاں اصل میں بیاض ہے) (بتواضع وانکسار پیش آئے گا کہ وہ حق آگاہ اور حق کی پناہ میں ہے) اور اسے اپنے سے افضل واکمل جانے گا (کہ وہ دنیاوی آلائشوں سے پاک ہے) جو اعمال اس (صوفی صافی حق پرست وحق آگاہ) کے اس کی نظر میں قانونِ تقوٰی سے باہر نظر آئیں گے (ان سے صرفِ نظر کرکے معاملہ عالم الغیب

---

[۱] بوستان سعدی   دیباچۂ کتاب   مکتبہ شرکتِ علمیہ ملتان   ص ۸

والشہادۃ پر چھوڑے گا بمصداق : ؎

ایکہ حمالِ عیبِ خویشتید　　طعنہ برعیبِ دیگراں مکنید

(اے اپنے عیبوں کو اٹھانے والو! دوسروں کے عیب پر طعنہ زنی مت کرو)

اے اللہ! سب کو ہدایت اور اس پر ثبات واستقامت (ثابت قدمی) اور اپنے محبوبوں اور سچے پکے عقیدوں پر جہانِ گزران سے اٹھا۔ آمین یا ارحم الراحمین!

اللّٰھم لک الحمد والیک المشتکیٰ وانت المستعان ط ولاحول ولاقوۃ الّا باللہ العلی العظیم وصلی اللہ تعالیٰ علی الحبیب المصطفیٰ وعلیٰ اٰلہ الطیبین وصحبہ الطاہرین اجمعین۔

رسالہ اعتقاد الاحباب فی الجمیل والمصطفیٰ والاٰل والاصحاب ختم ہوا